ضمیمہ ریویو جنوری ۱۹۳۳ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز
اردو رسالہ

عطیہ منجانب
مولانا بشارت احمد بشیر صاحب
مجاہد افریقہ

کی
اکتیسویں جلد کے مضامین
کی
فہرست
بابت سنہ ۱۹۳۲ء

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے شائع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلام کی تائید میں

۱- مغرب میں اسلام کا مستقبل ۱/۵
۲- قانونِ طلاق ۶/۸
۳- اسلام ۴۱/۴۹
۴- مسئلہ ناسخ و منسوخ ۵۰/۷۲
۵- مسئلہ شفاعت ۸۱/۹۲
۶- یورپ میں طلاق ۹۳/۹۶
۷- میں نے اسلام کیوں اختیار کیا۔ ۱۲۱/۱۲۸
۸- عورت کی حیثیت اسلام میں ۱۶۱/۱۷۴
۹- حیات بعد ممات کا اسلامی نظریہ ۲۰۱/۲۰۸
۱۰- عربی زبان کی خصوصیاتِ نادرہ ۲۱۲/۲۲۰
۱۱- عائشہ صدیقہ رضؓ ۲۸۱/۲۸۵
۱۲- اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے ۲۹۴/۳۰۴
۱۳- انگلستان میں اسلام کی رفتار ۳۰۵/۳۰۸
۱۴- شذرات ۳۲۱/۳۲۶ و ۴۰۱/۴۰۹
۱۵- کیا مذہب اقتصادی ترقی میں روک ہے ۳۴۴/۳۴۶
۱۶- عورتوں کا درجہ۔ اسلام یورپ کے لئے کیا گیا۔ حکومت اسلامی کے اصول۔ ۳۶۱/۳۶۶
۱۷- اسلام اور لیگ آف نیشنز ۳۶۷/۳۷۸
۱۸- ارتقائے انسانی میں اسلامی تہذیب ۴۱۰/۴۱۴
۱۹- قرآن کریم ہی کلام الٰہی ہے ۴۱۵/۴۲۰
رسول کریم صلعم نے اعمال کی حکمت کی طرف توجہ دلائی اور تمدن کی صحیح بنیاد رکھی ۴۶۵/۴۷۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدیت کی تائید میں

۱- حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت ۸/۱۴

۲- رجوع موتیٰ ۱۰۷/۱۱۰

۳- ہندوستان کا وحی حق میں حصہ ۱۳۸/۱۴۰

۴- حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ۱۴۱/۱۴۴

۵- افادات الفریدی ۱۴۴/۱۵۲ و ۱۵۸/۱۹۲ ، ۲۳۳/۲۴۰ و ۲۶۵/۲۷۲

۶- کیا اتمام نعمت انسداد نبوت کو مستلزم ہے ۲۴۱/۲۵۰

۷- میری قادیان کی زیارت ۲۵۱/۲۵۴

۸- امام مہدی و مسیحؑ ۲۵۵/۲۶۴

۹- احمدی مشنوں کی رپورٹیں ۲۷۳/۲۷۴ و ۳۰۸/۳۱۴ و ۳۴۷/۳۵۲

۱۰- فرقہ ناجیہ ۲۸۵/۲۹۳

۱۱- کیا انجیل مستقل شریعت کی کتاب ہے؟ ۳۸۸/۳۹۴ و ۴۲۱/۴۲۹ و ۴۴۷/۴۵۶

۱۲- منارۃ المسیح کی حقیقت ۴۴۲/۴۴۶

عیسائیت کے متعلق

۱- انجیل کی ایک آیت پر تنقید ۱۴/۱۹

۲- یوحنا۔ یسوع۔ بپتسمہ ۲۵/۳۲

۳- مسیحی کتب اسلام کی نظر میں

۴- میں نے عیسائیت کیوں ترک کی؟ ۱۲۸/۱۳۸

۵- نجات اسلام میں ہے یا عیسائیت میں ۲۰۸/۲۱۱

۶- آغاز و ترقی مسئلہ تثلیث ۳۲۷/۳۳۴ و ۳۷۹/۳۸۷

۷- اسلام اور عیسائیت ۳۳۵/۳۴۰

۸- کیا عیسائیت روحانی مذہب ہے؟ ۴۲۹/۴۳۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریوں کے متعلق

۱- حضرت کرشنؑ کی تعلیمات ۱۷۵/۱۸۳
۲- پراچین ہندو تہذیب پنجاب میں ۲۲۰/۲۲۶

متفرقات

۱- ابطالِ تقیہ ۲۰/۲۴
۲- الجسّاسہ حمار الدجّال ۳۳/۴۰
۳- عبرت ۷۸/۷۹
۴- رُوحِ قربانی مسلمانانِ ہائیشس ۱۱۰/۱۲۰
۵- آنحضرت صلعم کا خاندان ۱۵۳/۱۶۰
۶- ضابطہ تحفّظ حقوق زوجین - مدغاسکر کی اسلامی آبادی - جدید بائیبل ۱۹۳/۲۰۰
۷- کتب خانہ سکندریہ - اسلامی فلپائن - اسلام ہندوستان میں ۲۲۶/۲۳۲
۸- حضرت موسیٰؑ ۲۶۳/۲۶۴
۹- اشاعت علوم میں مسلمانوں کا حصہ ۲۷۸/۲۸۰
۱۰- ہسپانیہ سے مسلمانوں کا خروج ۳۴۱/۳۴۲
۱۱- ہندوستان میں مسلمان ۳۵۳/۳۶۰
صلوٰۃ خمسہ تیس روزے - ترکستان میں مسلمان - ۳۹۵/۴۰۰
آنحضرت صلعم کی ایّام زندگی - سرورِ کائنات ؐ - ۴۳۷/۴۴۱
زمانۂ قدیم اور غلام سازی ۴۷۳/۴۸۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳۱ نمبر ۱ ۔ ۵ جنوری ۱۹۳۷ء ۔ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ

ایڈیٹر محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

مغرب میں اسلام کا مستقبل	۱ - ۶	ترجمہ مضمون جناب اے ایف خاں چوہدری بی ٹی
قانون طلاق	۶ - ۸	ترجمہ مضمون چوہدری مظفر الدین صاحب۔
حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت	۸ - ۱۴	ترجمہ مضمون عبداللہ آر سکاٹ صاحب۔
انجیل کی ایک آیت پر تنقید	۱۴ - ۱۹	مفتی محمد منظور صادق صاحب۔ پھگلہ (ہزارہ)
ابطالِ تقیہ	۲۰ - ۲۴	مولانا یوسف شاہ صاحب مولوی فاضل
یوحنا۔ یسوع اور بپتسمہ	۲۵ - ۳۲	ترجمہ مضمون مسٹر ڈی کے لائی سیلون
جارج برنرڈ شا۔ اسلام / المجتاسہ۔ حمار الدجال	۳۳ - ۴۰	ماخوذ

چندہ سالانہ اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے دو روپیہ آٹھ آنہ

چندہ سالانہ بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم بقایا		
۱	بیت المال	۱۶۰۶۹۲	۲	۱۱
۲	طبع و اشاعت	۲۰۲۷	۱۰	۳
۳	بورڈران ہائی سکول	۲۰۱	۸	۰
۴	〃 احمدیہ	۶۴۵	۴	۲
۵	مقبرہ بہشتی	۱۳۴۴۱۵	۶	۳
۶	قرضہ	۱۷۱۵۸	۰	۰
۷	پراویڈنٹ فنڈ	۸۸۱۰	۸	۲
۸	ترقی اسلام	۵۵	۸	۳
	میزان	۳۲۴۰۰۵	۱۵	۴

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم فاضلہ		
۱	بقایا دیشگی	۲۱۷۴۰	۶	۷
۲	جائداد	۴۲۵۸	۳	۹
۳	ایجنسی	۴۸۵۰	۰	۰
۴	تعمیر	۲۹۸۸	۷	۹
۵	ناظر اعلیٰ	۱۲۱۶۳	۱	۶
۶	قضاء	۱۴۲	۳	۰
۷	افتاء	۱۸	۰	۰
۸	پرائیویٹ سکرٹری	۱۰۲۰۴	۱۱	۰
۹	محاسب	۱۰۳۴۵	۲	۶
۱۰	ہسپتال	۳۳۰۳	۱۵	۶
۱۱	دعوت و تبلیغ	۹۰۲۴۰	۳	۰
۱۲	ہائی سکول	۲۰۲۲۲	۱۴	۰
۱۳	صدقات	۱۰۸۹۶	۰	۶
۱۴	گرلز سکول	۶۵۶۶	۱	۹
۱۵	مدرسہ احمدیہ	۱۹۵۷۷	۱۱	۶
۱۶	جامعہ احمدیہ	۱۴۷۳۵	۱۱	۰
۱۷	احمدیہ ہوسٹل	۳۹۲۴	۵	۶
۱۸	امور عامہ	۱۰۶۶۸	۱۴	۳
۱۹	ضیافت	۳۵۵۴۴	۶	۰
۲۰	تعلیم و تربیت	۹۰۲۰	۵	۶
۲۱	تالیف و تصنیف	۱۲۳۹۴	۱۲	۶
۲۲	امور خارجہ	۶۴۷۰	۶	۶
۲۳	خلافت	۱۳۶۱۱	۹	۰
۲۴	بکڈپو	۳۴	۲	۶
۲۵	تجارت	۲۱۱۴	۴	۳
۲۶	منارہ	۷۰	۰	۰
	میزان	۳۲۴۰۰۵	۱۵	۴

محمد اشرف
محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان

اخبارات سلسلہ احمدیہ

الفضل ۔ ہفتہ میں تین بار اردو ۔ [illegible] روپیہ سالانہ ۔
ریویو آف ریلیجنز اردو ۔ ماہوار ۔ تین روپیہ سالانہ ، طلباء سے [illegible] ۔
ریویو آف ریلیجنز انگریزی ۔ ماہوار ۔ [illegible] روپیہ سالانہ ۔
سن رائز ۔ ہفتہ وار ۔ ۲۰×۲۶/۴ ۔ ۲۸ صفحہ ولایتی کاغذ ۔ ۵ روپیہ سالانہ ۔
مصباح ۔ مہینے میں دو بار ۔ عورتوں کا اخبار ۔ [illegible] روپیہ سالانہ ۔
منگوانے کا پتہ :-
مینیجر طبع و اشاعت قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مغرب میں اسلام کا مستقبل

(اے ایف خان چوہدری بی ٹی)

"اسلام محض یہودیت عیسائیت اور جاہلیۃ العرب کا مرکب ہے"۔ یہ تھا وہ مجہول خیال جو کوئی لمبا عرصہ نہیں گذرا کہ مغرب کے نکتہ چین (منقد) لوگوں نے اسلام کے خلاف دلوں میں دھارا ہوا تھا۔ اسی طرح ایک دوسرا یوروپین مؤرخ یاوہ گوئی کرتا ہے کہ "محمدؐ نے اپنے مذہب کو بجائے ترغیب یا دلائل کے رشوت۔ ہوشیاری۔ مکاری اور طاقت کے بل پھیلایا ہے"۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی جب یورپ کے لوگ اس غلط فہمی کے شکار تھے کہ آنحضرت صلعم شیطانی وسوسے کی گرداب میں پھنسے ہوئے تھے اسی طرح اس پیغمبر پاک کی پاکیزہ زندگی کے متعلق بھی کئی عجیب وغریب کہانیاں گھڑی گئی ہیں۔ لوگ سمجھتے تھے کہ آپؐ کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اور اسی طرح کی بے شمار ہزلیات آپؐ کی ذاتِ مقدس کے خلاف کہی جاتی تھیں۔ یہانتک کہ صرف "محمدؐ" لفظ کو ہی تمام تر حقارت آمیز و نفرت آمیز معنوں میں تعبیر کیا جاتا رہا ہے۔ آپؐ کی شادیوں کو شہوتِ محض سمجھا جاتا تھا۔ چہ جائیکہ کسی محبت یا ضرورت حقہ کی بنا پر خیال کیا جاتا ہو۔ "اسلام کی رُو سے عورت پر زندگی حرام ہے"، "اسلام ظلم و ستم کے لئے بدنام ہے"۔ "اس نے دنیا میں امن قانون قائم نہیں کیا۔ بلکہ خونریزی تباہی اور غارتگری کا پیغام بر تھا"۔ اور اسی طرح چند بودے الزامات اسلام پر تھوپے جاتے تھے۔ یہ چند غلط فہمیاں ہیں جو اسلام کے خلاف مغربی لوگوں کی نظروں پر پردے ڈالے ہوئے تھیں۔ ہم اسوقت ان تمام اعتراضات کا جواب نہیں دے رہے۔ سردست ہم مطمئن ہیں کہ ان لوگوں نے خود ہی اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا شروع کردیا ہے۔ اب ان کے دلوں میں بیٹھ رہا ہے۔ کہ "اسلام بجائے ظلم کرنے کے ظلم کیا گیا ہے"۔ ایک اورینٹیل سکالر اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اسلام کے ساتھ بہت ناانصافی ہوئی ہے"۔ لوگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مانیں گے کہ حضرت رسول کریم صلعم کے بعد ایک نبی آ سکتا ہے۔ لیکن ایک اسرائیلی نبی کیوں؟

حضرت رسول کریمؐ کی بعثت کے وقت اسرائیلیوں پر نبوّت کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا اور مسلمانوں کے واسطے کھولدیا گیا تھا۔ کیا خدا اب مسلمانوں سے ناراض ہو گیا ہے کہ وہ ایک اسرائیلی نبی کو مسیح بنا کر اس دنیا میں دوبارہ بھیجے؟ پھر خدا کو ضرورت تھی کہ وہ پہلے ایک اسماعیلی نبی کو بھیجتا۔ اور اسپر قرآن وحی کرتا جبکہ ہم نے دوبارہ ایک اسرائیلی نبی کی پیروی کرنی تھی جو Pentatench کی شریعت کا پیرو تھا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم قرآنی شریعت کی پیروی چھوڑ دیں اور موسوی قوانین کو اختیار کرلیں؟ اگر اس کا یہ مطلب نہیں تو پھر خدا کے لئے بتاؤ کہ ہمیں اسرائیلی نبی کی ضرورت ہے؟ کیا یہ قابلِ تمسخر بات نہیں؟

آجکل لوگوں کو معجزات کی پرانی حکایات کی ضرورت نہیں۔ اپنے مذہب کی سچائی کو عملی صورت میں پیش کرو۔ خیالی باتوں کی کوئی قیمت نہیں۔ آجکل کی دنیا بڑی مشکل سے سمجھتی ہے۔ آپ کو انہیں ثابت کرکے بتانا ہوگا کہ ہمارا مذہب ہی ایک زندہ مذہب ہے اور یہ کہ قرآنی اصولوں پر قائم رہ کر اور مقدس بانئ سلسلہ کی فرمانبرداری کرکے ایک شخص نبوّت کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے جس طرح کہ توریت اور موسوی قوانین کے متبعین نے اسرائیلیوں کے لئے کیا۔ جب تک کہ آپ یہ نہیں کر سکیں گے۔ "افضل الانبیاء" اور "خیر اُمم" کی اصطلاحیں بے معنی رہیں گی۔ اور متلاشیانِ حق یا تو، توریت اور اسکے نبیوں کی پیروی کرنا شروع کر دینگے یا پھر تمام مذہبی باتوں کو فضول اور واہیات قرار دینگے۔ حُسن اُسوقت تک ہی نورانی اور ضوفگن رہتا ہے جبتک کہ اس میں زندگی ہوتی ہے۔ لیکن جب زندگی اُڑ جائے تو وہ بھیانک اور خوفناک معلوم دیتا ہے۔

اسلام میں نبوّت کے انکار کا یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کا بھی انکار کر دیا جائے:-

۱۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ (۷/۳۵)

۲۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ ۲۵/۵۵

اِن آیات سے ظاہر ہے کہ روحانی خلیفے "تم میں سے" ہونگے یعنی مسلمانوں میں سے جس طرح کہ ان لوگوں میں ہوئے جو تم سے پہلے گذر چکے۔ یعنی اسرائیلی۔

اگر خیال یہ ہوتا کہ آخری زمانہ میں ایک اسرائیلی نبی مبعوث کرنا ہے جو اسلام کی باگ ڈور رہا تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں لے گا تو پھر یہ قرآنی آیات منسوخ ہوئیں ؎

ایک دوسری سورۃ میں آیا ہے "واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد فلما جاءھم بالبینات قالوا ھذا سحرٌ مبین" (سورۃ الصف آیت ۶)

حضرت عیسیٰؑ یہاں اپنے آپ کو "مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ" بتاتے ہیں یعنی وہ اس شریعت کو جو توریت میں تھی مکمل کرنے آئے ہیں۔ پس جب وہ یہ کہتے ہیں کہ میرے بعد ایک نبی آئیگا تو اس سے یہ مراد ہے کہ آپ جیسا آئیگا۔ یعنی جو قرآنی پیشگوئیوں اور اسکے قوانین کو پورا کریگا۔ اور ایسا نبی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی صلوٰۃ اللہ علیہ تھے ؎

ایک اور ضروری حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب بھی حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کرتا تھا تو وہ احمد کہکر پکارتا۔ اور کبھی غلام احمد نہ کہتا ؎

جس نبی کی طرف اوپر کی آیات میں اشارہ ہے اس کا ثبوت اگلی آیات سے ملتا ہے "یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم۔ واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکفرون۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ولو کرہ المشرکون ؎

مفسر بتلاتے ہیں کہ یہ غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوگا۔ اور یہ اس کے ظاہر ہونے پر حقیقت میں ہوا۔ یہ مسیح مسلمانوں سے ہی آیا۔ اور اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کیا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت کو ثابت کرکے بتلایا کہ اس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے اور اس طرح عیسائیت کا قلع قمع کردیا ؎

پھر آیات ۱۳-۱۴ میں مسیح موعودؑ اور اس کے متبعین کے متعلق ہم ایک روشن پیشگوئی پاتے ہیں "واخریٰ تحبونھا۔ نصرٌ من اللہ وفتحٌ قریب وبشر المؤمنین" یہ عیسائی مشنریوں کے متعلق ہے اور مومنوں کو انپر فتح پانے کی خوشخبری ہے۔ آج کوئی عیسائی بھی احمدیوں کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتا ؎

آگے آتا ہے "یاایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ فاٰمنت طائفۃٌ من بنی اسرائیل وکفرت طائفۃ فایدنا الذین اٰمنوا علیٰ عدوھم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاصبحوا ظاھرین"

یہ آیت پہلے مسیح حضرت عیسیٰؑ اور مسیح موعودؑ حضرت احمدؑ میں کامل مشابہت بتلاتی ہے پہلا حصّہ وہ ہے جس میں رسولِ خدا اپنا پیغام سُنا کر اُن کو پوچھتا ہے کہ مَنْ انصاری الی اللّٰہ تو وہ جو اس کو قبول کر لیتے ہیں جواب دیتے ہیں کہ نحن انصار اللّٰہ۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ اور اس کے پیروؤں کی طرف اشارہ ہے۔ پہلے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اکیلے تھے لیکن جب انہوں نے پیغام سُنا دیا تو کئی انصار الی اللّٰہ ان کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ اور اِس مدد کا ثبوت وہ دنیا کے تمام حصّوں میں تبلیغ اسلام کر کے دے رہے ہیں ؂

دوسرے حصّہ میں احمدی مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا اِن دنوں زندہ ثبوت مل رہا ہے۔ جس طرح اسرائیلیوں کی ایک پارٹی نے حضرت عیسیٰؑ کو قبول کر لیا۔ اور دوسری پارٹی نے اُن کا انکار کیا۔ اسی طرح اسلام کے متبعین آجکل کر رہے ہیں۔ پھر جس طرح خدا نے اسرائیلیوں کی مدد کی اور اُن کو غلبہ دیا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ آجکل احمدیوں کی مدد کر رہا ہے اور باوجودیکہ حضرت مسیح موعودؑ کو ناکام کرنے کی کوشش کی گئی آپؑ کے متبعین غالب آ رہے ہیں اور دنیا کے گوشے گوشے میں احمدیت پھیل رہی ہے اور اُن کا شمار روز افزوں ہے ؂

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی تمام سورتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اور ہر سورۃ دوسری کے مضمون اور مطلب کی سچائی میں ثبوت دیتی ہے۔ چنانچہ سورہ الصف کی ساتھ والی سورہ میں پہلے ہی ہمیں "اسلام میں نبوّت" کا ثبوت ملتا ہے۔ لکھا ہے "ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ واٰخرین منھم لمّا یلحقوبھم ...... ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم" (الجمعۃ آیت ۲-۳-۴)

وہی ہے جس نے اُمّیوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث کیا .... اور دوسرے لوگوں میں بھی جو ابھی نہیں ملے .... یہ فضل الٰہی ہے۔ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل کرنے والا ہے ؂

بے تعصب انسان کے لئے اِن آیات کا مطلب بالکل صاف ہے۔ اس کے ساتھ ہی آتا ہے "مثل الذین حُمّلوا التوراۃ ثُمّ لَمْ یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً۔ بئس مَثل القوم الذین کذبوا باٰیٰتِ اللّٰہ واللّٰہ لا یھدی القومَ الظٰلمین"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُن لوگوں کی مثال جن کو توریت دی گئی اس گدھے کی مانند ہے جو کتابیں اُٹھائے۔ کیسی بُری مثال ہے مثال اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی وحی کو اور خدا کبھی ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ؎

"قل یایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین"

اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو سوائے لوگوں کے۔ تو اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو ؎

اِس آخری آیت میں اشارہ ہے کہ جس طرح یہودیوں نے توریت کی صریح پیشگوئیوں کا انکار کر دیا اور خدا نے ان کو حمار کا لقب دیا۔ اسی طرح آخری زمانہ کے علماء بھی مسیح موعودؑ کا انکار کر دینگے اور اس طرح پر "حاملین کُتب" چارپائے بروکتابے چند کے مصداق ہونگے اور خدا کے غضب اور قہر کے نیچے آجائینگے۔

"جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی وحی کو" یہ الفاظ پڑھ کر یہ بات اور بھی صاف ہو جاتی ہے یعنی اُس زمانہ کے مسلمان یہودیوں کی طرح ہونگے۔ کیونکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی بیّن آیات کا انکار کر دینگے

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو" حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں کئی لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کیں لیکن تمام کوششیں بے سود گئیں اور یا تو وہ خود مارے گئے یا بے عزت ہوئے ؎

حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کی حمایت میں حدیثیں بھی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تم مسلمانوں میں سے ہی عیسیٰ بن مریم اُٹھے گا اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا" (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ "یہ نہ کہو کہ حضرت رسول کریمؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ کہو کہ وہ خاتم النبیینؐ ہیں" (لا تقولوا لا نبی بعدہٗ ولکن قولوا ھو خاتم النبیین) (مجمع البحار صفحہ ۸۵۱)

اس کی تفسیر امام محمد طاہر نے یوں کی ہے۔ "آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور یہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کی طرف اشارہ ہے" ؎

حضرت محی الدین عربی کہتے ہیں "نبوت بند نہیں ہوئی۔ ہم تو کہتے ہیں کہ تشریعی نبوت ختم ہوگئی ہے اور یہی معنی لا نبی بعدی کے ہیں" پھر آپ فرماتے ہیں۔ "نبوت وہی ختم ہوئی ہے جو آکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت رسول مقبول صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے۔ نبوت تا قیامت جاری رہیگی" (فتوحات مکیہ)
اس سب کے ہوتے ہوئے معترضین نبوت اپنے اعتراضات کی بنیاد کن باتوں پر رکھتے ہیں؟
خدارا سب تعصب کو چھوڑ دو اور خدا کی سچائی کو قبول کر لو۔ تم نہ صرف اپنا بھلا کرو گے بلکہ ساری دنیا کا فائدہ ہوگا۔ بجائے اس کے کہ اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تم اُس کو مضبوط کرو گے اور یہ بہت بڑی خدمت ہوگی جو تم سرانجام دو گے! (ترجمہ) عبدالرحیم شبلی

نوٹ:۔ برادر عبداللہ سکاٹ جو انگلش نژاد نومسلم ہیں اور حال ہی میں اسلام لائے ہیں آپ کی محبت و عقیدت جو اسلام و احمدیت سے ہے مضمون سے ظاہر ہے۔ کہ اتنے تھوڑے عرصے میں کیسی گہری واقفیت آیات و احادیث و مسائل سے حاصل کر لی ہے خدا تعالیٰ آپ کو استقامت دے اور علم میں روز افزوں ترقی دے۔ (ایڈیٹر)

انجیل کی ایک آیت پر تنقید

الوہیت مسیح کے دلدادہ الوہیت مسیح کے ثبوت میں ایک آیت نہایت فخر کے ساتھ پیش کیا کرتے ہیں۔ میں پہلے وہ آیت لکھتا ہوں اس کے بعد عیسائیوں کا استدلال اور پھر اس کا جواب۔

"توما نے جواب میں اس سے کہا اے میرے خداوند! اے میرے خدا! یسوع نے اس سے کہا تو تو مجھے دیکھ کر ایمان لایا مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے" یوحنا ۲۰: ۲۸و۲۹

عیسائیوں کا استدلال:۔ توما اس جگہ مسیح کو خدا کہتا ہے۔ مسیح اس کو ایسا کہنے سے روکتے نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ مبارک ہیں وہ جو بغیر دیکھے ایمان لائے۔ اس کے شاگرد اس کی موت کی وجہ سے اس کی الوہیت کے بارے میں شکی ہو گئے تھے کہ اگر وہ الٰہ ہوتا تو کیوں مارا جاتا۔ اب اسے زندہ دیکھ کر تمام شاگردوں نیز توما کا شک رفع ہو گیا۔ اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ وہ خدا تھا۔ اس یقین کامل کے بعد توما کے مُنہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے "اے میرے خداوند اے میرے خدا" پس ثابت ہو گیا کہ وہ خدا تھا۔

جواب:۔ اس آیت سے استدلال کرتے وقت جس دجل سے کام لیا گیا ہے اسے دیکھ کر بے اختیار قرآن مجید کی آیت "یحرفون الکلم عن مواضعہ" یاد آ جاتی ہے۔ اب میں بفضلہٖ تعالیٰ ثابت کرتا ہوں کہ اس آیت سے ہرگز مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس آیت کو حل کرنے کے لئے مفصلہ ذیل باتوں پر غور کرنا لازمی ہے:-

(الف) کیا مسیح کی زندگی میں اس کے شاگرد اس کی اُلوہیت کے قائل ہو چکے تھے ؟

(ب) کیا توما نے "اے میرے خداوند اے میرے خدا" کے الفاظ مسیحؑ کی کسی بات کے جواب میں کہے تھے ؟

(ج) کیا توما یہ الفاظ کہتے ہوئے مسیحؑ کو مخاطب کر رہا تھا ؟

(د) پہلے توما کو کسی بات کا انکار تھا جس پر اب ایمان لایا ؟

(ھ) مسیحؑ اس کے آگے کسی بات کا ثبوت پیش کرتا ہے ؟

(و) کیا "اے میرے خداوند اے میرے خدا" درست ترجمہ ہے ؟

(ز) اگر بالفرض یہ ترجمہ درست ہے تو کیا اس سے اُلوہیت کا مفہوم نکل سکتا ہے ؟

(الف) کیا مسیحؑ کی زندگی میں اس کے شاگرد اس کی اُلوہیت کے قائل ہو چکے تھے ؟

یہ کہنا کہ "مسیحؑ کی موت نے اس کے شاگردوں کو اس کی اُلوہیت کے بارے میں شکّی کر دیا تھا" اس وقت درست ہو سکتا ہے جب پہلے انجیل سے یہ ثابت کیا جائے کہ اس کے شاگرد اس کی زندگی میں اس کی اُلوہیت کے قائل ہو چکے تھے۔ تمام انجیل پڑھ جاؤ کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا۔ تمام مسیحی مفسرین کا بھی اسی بات پر اتفاق ہے کہ مسیح کے شاگرد اس کی زندگی میں اس کی الٰہی شخصیت سے ناواقف تھے۔ ڈاکٹر بیسٹ صاحب اپنی کتاب ڈسکرس آف ٹرنٹی - - - - کے باب ۸ صفحہ ۹۴ پر تحریر کرتے ہیں "ہمارے نجات دہندے کی خدمت کے زمانے میں مسیحی ایمان نہ لائے تھے کہ مسیح بجز ایک انسان کے کہ جس کی ہدایت و مدد روح سے ہوتی تھی کچھ اور بھی تھا۔ تمام عہد جدید میں ایک ایسی آیت نہیں جس سے یہ مترشح ہو کہ رسول اس کی خدمت کے ایام میں اس کی الٰہی ماہیت کے معتقد تھے"۔

ڈاکٹر ویسٹ کٹ فرماتے ہیں "حقیقی الٰہی ماہیت مسیح کی تسلیم نہیں کی گئی"۔

پس جب شاگرد ابھی اس کی اُلوہیت کے قائل ہی نہ تھے تو شکّی ہونا کیا معنی۔ ہاں البتہ انجیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صلیب کے موقع پر اس کے شاگرد اس کی نبوّت کے بارے میں ضرور متردّد تھے کہ اگر یہ نبی ہوتا تو صلیبی موت نہ مرتا۔ اس لئے کہ صلیبی موت ایک لعنتی موت ہے اور نبی ایسی لعنتی موت نہیں مرا کرتا۔ سو مسیح نے صلیبی موت سے بچ کر ایک سچا نبی ہونے کا ثبوت دیدیا ؛

(ب) کیا توما نے "اے میرے خداوند اے میرے خدا" کے الفاظ مسیح کی کسی بات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے جواب میں کہے تھے ؎

کہا جاتا ہے کہ چونکہ توما کے کلام کرنے سے پہلے یہ الفاظ ہیں "جواب میں کہا" اس لئے معلوم ہوا کہ مسیح کے گفتگو کرنے سے اس کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ خدا ہے اسی لئے وہ اس کے جواب میں "اے میرے خداوند اے میرے خدا" کہتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ انجیلی محاورے کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ جواب سے ہمیشہ کسی خاص سوال کا جواب مقصود ہو بلکہ جو کچھ ایک شخص دوسرے کے بعد کہے اس کو بھی جواب کہتے ہیں اور اگر کسی بات کو بغیر کسی دوسری بات کے پہلے کہے جانے کے کہیں تب بھی بعض اوقات اسے جواب ہی کہتے ہیں۔ اس کی مثالیں "مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ عدالت کے دن سدوم کے علاقے کا حال تیرے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا اس وقت یسوع نے (جواب میں) کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں" متی ۱۱: ۲۴ و ۲۵

یہاں پر مسیح کا یہ قول کسی کے جواب میں نہیں اور نہ اس سے پہلے کسی دوسرے شخص کے کلام کا سلسلہ ہے۔ مگر پھر بھی لکھا ہے جواب میں کہا ؎

موجودہ تراجم کو دیکھ کر کوئی شخص مغالطہ نہ کھائے ان میں یہ لفظ "جواب میں" نہیں ہے۔ اصل یونانی میں اس جگہ یہ لفظ ہے ΑΠΟΚΡΙΘΕΙΣ جس کا ترجمہ ہے "جواب دیتے ہوئے" اور موجودہ ترجموں میں یہ لفظ حاشیہ میں لکھا ہوا ہے۔ در اصل یہ یونانی زبان کا محاورہ ہے اگر اس کا ترجمہ کیا جائے تو اردو میں مطلب خبط ہو جاتا ہے اس لئے اور کسی ایسے مقام پر اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ صرف یوحنا ۲۰/۲۸ میں ترجمہ کر دیا ؎

دوسری مثال "جب تین ایک گھنٹے گذرے تو اس کی بیوی اس ماجرے سے بے خبر اندر آئی۔ پطرس نے اس سے (جواب میں) کہا مجھے بتا تو کیا تم نے اتنے ہی کو زمین بیچی تھی" ؟ اعمال ۵: ۷، ۸

یہاں پر بھی کوئی سلسلہ کلام کا نہ تھا بلکہ حنانیاہ کی بیوی سفیرہ کے مجرد اندر داخل ہوتے ہی پطرس اس سے مخاطب ہوتا ہے مگر اس کا کلام (جواب میں کہا) سے شروع ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جہاں یہ لفظ آئے ضروری نہیں کہ وہاں کسی خاص سوال کا جواب ہو ؎

نوٹ:۔ اس جگہ بھی موجودہ ترجموں میں لفظ "جواب میں" نہیں ہے اصل یونانی میں اس جگہ یہ لفظ ہے ΑΠΕΚΡΙΘΗ ὁ جس کا ترجمہ ہے "اور جواب دیا" پس اس سے ثابت ہوا کہ توما نے جب مسیح کو دیکھا تو بے اختیار اس کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے جو کسی کلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے جواب میں نہ تھے ٭

پھر اگر اس بات کو تسلیم ہی کر لیا جائے کہ یہ کسی کلام کا جواب ہے پھر بھی اس سے اُلوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ تو اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ اس سے قبل مسیح اپنی اُلوہیت کا کوئی ثبوت دیتا ہوتا۔ مگر اس سے قبل کوئی ایسا کلام مسیح کا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنا صلیبی موت سے بچ جانا ثابت کر رہا ہے۔ جس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب بیان ہو گی ٭

(ج) کیا توما یہ الفاظ کہتے ہوئے مسیح کو مخاطب کر رہا تھا؟

پھر کہا جاتا ہے۔ کہ توما کے کلام سے پہلے لفظ "اس سے کہا" موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح کو مخاطب کر کے "اے میرے خداوند اے میرے خدا" کہہ رہا ہے ٭

ایسا خیال بھی کم علمی کا نتیجہ ہے اگرچہ اس کی ضمیر مسیح کی طرف بھی راجع ہو مگر یہ لازمی نہیں کہ کل خطاب مسیح کو ہو۔ بائیبل کا محاورہ ہے کہ جس کی طرف مُنہ کر کے بات کی جائے۔ کہتے ہیں "اس سے کہا" اگرچہ مخاطب کوئی اور ہو چہرے کے رُخ اور سمت سے صرف اس قدر مطلب کہ وہ بھی سُننے اور شاہد رہے۔ اس کی مثال

"تب یونتن نے داؤد سے کہا کہ آ ہم میدان میں جائیں چنانچہ وہ دونوں میدان کو گئے اور یونتن نے داؤد سے کہا اے خداوند اسرائیل کے خدا (گواہ رہ) جب میں کل یا پرسوں اپنے باپ کا پوشیدہ مطلب دریافت کروں" اسموئیل ۲۰: ۱۱ و ۱۲

دیکھئے یہاں یونتن نبی داؤد کی طرف منہ کر کے بعینہٖ وہی الفاظ کہتا ہے کہ "اے خداوند اسرائیل کے خدا" مگر اس طرح مخاطب کرنے سے وہ خدا نہ ہو گیا۔ بلکہ تمام تقریر میں مخاطب خدا ہے اور مُنہ داؤد کی طرف ہے تا کہ وہ بھی شاہد رہے۔ پس ٹھیک اسی طرح توما کی تمام تقریر میں بھی مخاطب خدا ہے اور مُنہ مسیح کی طرف تا کہ وہ بھی شاہد رہے ٭

(د) پہلے توما کو کس بات کا انکار تھا جس پر اب ایمان لایا؟

مندرجہ بالا بیان سے اتنا واضح تو ہو گیا کہ اس کلام میں نہ تو مسیح مخاطب ہے اور نہ ہی یہ کلام مسیح کی کسی بات کے جواب میں ہے اب غور کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ توما کس بات پر ایمان لایا۔ ظاہر ہے کہ جس بات کا اقرار کیا۔ مگر اقرار کس بات کا کیا اور کس بات پر ایمان لایا یقیناً وہ اس بات پر ایمان لایا جس پر پہلے ایمان نہ لایا تھا۔ اور اقرار اس بات کا کیا جس کا پہلے اقرار نہ کیا تھا۔ وہ کیا بات تھی یہی کہ "مسیح زندہ ہے" نہ یہ کہ مسیح خدا ہو گیا۔ مسیح کے صلیبی واقعہ نے شاگردوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو نہایت مایوس کر دیا تھا وہ اس فکر میں تھے کہ مسیح ایک سچا نبی ہوتے ہوئے صلیبی موت سے کیوں مرا۔ جب مسیح صلیبی موت سے بچ گیا تو وہ خفیہ طور پر اپنے شاگردوں کو ملتا رہا۔ اور یہ خفیہ کارروائی یہودیوں اور رومیوں کے خوف کی وجہ سے تھی۔ اس لئے وہ تمام شاگردوں کو ایک ہی دفعہ اکٹھا کر کے نہ مل سکتا تھا بلکہ جسقدر شاگرد کسی وقت ملتے ان پر اپنے آپ کو ظاہر کرتا اور یقین دلاتا کہ میں صلیب پر مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں۔ مگر ساتھ ہی اس بات کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی جاتی۔ شاگرد عوام سے تو اس بات کو پوشیدہ رکھتے۔ مگر جب دوسرے شاگردوں سے ملتے تو اس راز سے آگاہ کرتے۔ ایک دفعہ جب مسیح شاگردوں سے ملا تو اس وقت توما غیر حاضر تھا۔ بعد میں جب توما آیا تو شاگردوں نے اسے بتایا کہ مسیح زندہ ہے۔ وہ یہ سُن کر بہت حیران ہُوا۔ اور کہنے لگا کہ جب تک مَیں اس کے زخموں میں اُنگلیاں ڈال کر نہ دیکھ لوں ہرگز یقین نہ کرونگا۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مگر اس نے ان سے کہا کہ جب تک مَیں اس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اور میخوں کے سوراخوں میں اپنی اُنگلی نہ ڈال لوں اور اپنا ہاتھ اس کی پسلی میں نہ ڈال لوں ہرگز یقین نہ کرونگا" متی ۲۰: ۲۵

یہ تھا توما کا انکار کہ وہ جو مر گیا زندہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی بات کا وہ ثبوت مانگتا تھا۔ اور مسیح کو دیکھ کر وہ اسی بات پر ایمان لایا کہ "مسیح فی الواقعہ زندہ ہے مرا نہیں" تمام انجیل غور سے پڑھ جائیے کسی جگہ ایک آیت بھی ایسی نہ ملیگی جہاں توما نے اس کی اُلوہیت کا انکار کیا ہو یا اس کی اُلوہیت کا ثبوت مانگا ہو ؛

(ھ) مسیحؑ اس کے آگے کس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے؟

خدارا غور تو کریں مسیحؑ کہتا ہے "اپنی اُنگلی پاس لاکر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لاکر میری پسلی میں ڈال"، کیا اُلوہیت کا ثبوت زخموں سے ہو سکتا ہے؟ اُلوہیت کی مثال اور ایسی مادی؟ کیا توما نہ جانتا تھا کہ خدا روح ہے اور رُوح کے گوشت و ہڈی نہیں ہوتی پس معلوم ہو گیا کہ وہ یہی ثبوت مانگتا تھا کہ جو مر گیا وہ کس طرح زندہ ہو سکتا ہے۔ یہ ثبوت نہ مانگتا تھا کہ وہ خدا کیسے ہو گیا ؛

(و) کیا "اے میرے خداوند اے میرے خدا" درست ترجمہ ہے؟

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ترجمہ ہی غلط ہے۔ اصل یونانی میں جو فقرہ ہے اس کا صحیح ترجمہ ہے "میرے خداوند میرے خدا نے"۔ یہاں پر یہ الفاظ بصورت ندا نہیں بلکہ بصورت تعجب ہیں اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معلوم ہوتا ہے کہ تُوما کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر جوش اور خوشی نے زبان بند کر دی اور وہ الفاظ غالباً یہ ہو سکتے ہیں "میرے خداوند نے میرے خدا نے تجھے زندہ کیا"

یونانی میں خدا کے واسطے لفظ تھیوس آیا ہے (θεος) آیا ہے۔ مگر جب اس کے بعد یہ حرف ε ہو تو اس کے معنے کا۔ کے۔ کی۔ نے اور نی وغیرہ کے ہوتے ہیں جیسے خدا کا۔ خدا کے۔ خدا نے۔ اسی طرح خداوند کے لئے یونانی میں لفظ کیروس ہے (KUPLos) اس کے بعد بھی جب یہ حرف ε لگا ہوا ہے۔ افسوس کہ محض مغالطہ دینے کے لئے ترجمہ غلط کیا جاتا ہے۔ اور ایسا کلمہ جو زبان سے پورا نکلا ہی نہیں اس سے اُلوہیت کا ثبوت دیا جاتا ہے ؎

(ز) اگر بالفرض یہ ترجمہ درست ہے تو کیا اس سے اُلوہیت کا مفہوم نکل سکتا ہے؟

اب بہ فرض محال میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ درست ہے۔ لیکن یہ مان کر بھی اُلوہیت کا مفہوم نہیں نکل سکتا کیونکہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ اس تمام کلام میں توما خدا کو مخاطب کر رہا ہے اور فقرہ بھی مکمل نہیں توما کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے "اے میرے خداوند معاف کر اے میرے خدا معاف کر" اب اس سے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ صرف خدا کو مخاطب کر رہا ہے دوسرے یہ کہ خدا اور مسیح دونوں کو۔ اگر صرف خدا مخاطب ہے تو مسیح کی اُلوہیت ختم اور اگر دونو مخاطب ہیں تب بھی یہاں اُلوہیت کا مفہوم نہیں نکل سکتا۔ اس لئے کہ اس نے دونو کا قصور کیا تھا دونو سے معافی مانگتا ہے اس میں اُلوہیت کا کیا ثبوت ؎

اب میں نے بفضلہ تعالیٰ اس آیت کے ہر پہلو پر نہایت تحقیقی طور پر تنقید کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس آیت سے ہرگز۔ اُلوہیت مسیح کا مفہوم نہیں نکل سکتا پادری لوگ اس کا غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو غلطی میں ڈال رہے ہیں ؎

آٹھ قسم کی شادیاں

ہمارے دھرم شاستروں میں وسشٹھ سوتر میں چھ قسم کی شادیوں کی حسب ذیل تفصیل بیان کیگئی ہے۔

(۱) برہم بواہ جسمیں باپ اپنی بیٹی کو ایک نیک چلن طالب علم یا فارغ التعلیم شخص کے سپرد کر دیتا ہے ؎

(۲) دیو بواہ۔ جس میں باپ بیٹی کو زیورات سے آراستہ کر کے اجگ ہوتے وقت پروہت کے ذریعے شوہر کے حوالے کر دیتا ہے ؎

(۳) آرش بواہ۔ جس میں باپ گائے یا بیل لیکر اپنی بیٹی کو ایک شخص کے سپرد کر دیتا ہے ؎

(۴) گندھرو بواہ۔ جس میں شوہر خود اپنی معشوقہ کو اُٹھا لے جاتا ہے۔ اور بعد ازاں اس سے شادی کر لیتا ہے ؎

(۵) چھاتر بواہ۔ جس میں ایک شخص عورت کو اس کے عزیز و اقارب کو قتل کر کے زبردستی لیجاتا ہے ؎

(۶) منش بواہ۔ جس میں ایک آدمی لڑکی کے باپ کو قیمت ادا کر کے لڑکی کو لے جاتا ہے ؎

ان کے علاوہ گوتم بدھیاں سوتر اور منوسمرتی میں آٹھ قسم کی شادیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو مذکورہ بالا ناموں کے علاوہ گوتم بدھیاں سوتر کے دو نام اور ان کی کیفیت اس طرح ہے:۔

(۷) راجہ پتیا بواہ جس میں باپ اپنی بیٹی کو یہ کہکر اس کے چاہنے والے کے سپرد کر دیتا ہے کہ تم دونوں ملکر اصول کی حفاظت کرو۔

(۸) پیشاچ بواہ۔ یہ نمبر ۵ کے مطابق ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں لڑ بھڑ کر لڑکی کو لے جایا جاتا ہے اور اس میں بہلا پھسلا کر اس کا اغوا کیا جاتا ہے ؎

(پندرہ روزہ (ہندی) پرچارک بنارس)

اب اس حقیقت کا اظہار کرنے لگے ہیں کہ وہ تمام کہاوتیں اور بڑیں چند غیر معتبر آدمیوں کی من گھڑت تھیں جنہوں نے بجائے حق کہنے کے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہا ہے۔ اس اعتراف کے ظاہر ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی حقانیت اب ان لوگوں کے دلوں میں آہستہ آہستہ پختگی پکڑ رہی ہے گبن نے اس دن کے طلوع کی پیشین گوئی کر دی تھی۔ کارلائل اور گوئٹے نے بھی اس امر کی تائید کی ہے۔ گوئٹے کا مشہور فقرہ کہ "اگر یہی اسلام ہے تو پھر ہم سب مسلمان ٹھیرے" ہمارے لئے روح افزا الفاظ ہیں جس سے ہم اچھے دنوں کے متوقع ہو سکتے ہیں۔ کارلائل آپؐ کو "تمام خوبیوں کا مرقع" قرار دیتا ہے۔ گویا اب ان کو بتدریج سمجھ آ رہی ہے کہ یہ مقدس پیغمبر اپنی کسی ذاتی حرص کی وجہ سے مدعی حق نہ تھا۔

ایک مشرف بہ اسلام لیڈی اپنے ایک مضمون میں لکھتی ہیں۔ کہ "میں نہیں جانتی کہ کسی اور مذہب نے اسلام کی نسبت عورت کو زیادہ مرتبہ بخشا ہو" پھر کہتی ہیں "اسلام کے مقابل میں نہ یہودیت نہ عیسائیت اور نہ ہی ہندو ازم نے عورت کو اس قدر قابلِ رشک اور بلند آہنگ رتبہ دیا ہے۔ اور نہ ہی دنیا کے کسی رائج الوقت قانون نے خواہ وہ رومی ہو یا انگریزی یا ہندو شاستر صنف نازک کو اسقدر مکمل آزادی دی ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب یہ محسوس کر رہا ہے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلایا گیا۔ جب وہ قرآنِ پاک کی زبان زد آیت کو پڑھتے ہیں "لا اکراہ فی الدین" کہ مذہب میں کوئی جبر و اکراہ نہیں تو وہ تأسف کرتے ہوئے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ آہ اس عظیم الشان مذہب کے ساتھ سخت بے انصافی کی گئی ہے۔ پھر جب وہ اس "ذمّارہ آزادی" کو پڑھتے ہیں جس میں مدینہ کے تمام عیسائیوں اور یہودیوں کی ضمیر کو مکمل آزادی دیدی گئی تھی۔ تو ان کے سر ندامت سے نگوں ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے دل میں سوال کرتے ہیں "کیا ایسا شخص دیگر مذاہب کا حاسد ہو سکتا ہے؟" قرآنِ پاک کی شہرہ آفاق آیت[1] کہ مسلمان نہ صرف اپنے معبد کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کر دیں" بلکہ "اپنے ہمعصر مذاہب کے لئے بھی اگر ضرورت پڑے تو دریغ نہ کریں" ان کے لئے ایک معقول حیرت کا موجب ہے۔ پھر برگزیدہ رسولؐ کا مشہور واقعہ کہ آپؐ نے عیسائیوں کے ایک وفد کو اپنی مسجد میں عبادت کے لئے دعوت دی) سُن کر اس پاک رسولؐ کے حلم سے مسحور ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کو جب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مرکز میں شاہی

---

[1] ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضہم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوٰة ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا ہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابطالِ تقیّہ

شیعہ صاحبان اور ہمارے درمیان جو مسائل اختلافیہ ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ تقیہ بھی ہے۔ اُن کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ در اصل نبی کریم صلعم کے پہلے خلیفہ تھے۔ مگر چونکہ اُن کو خطرۂ جان تھا۔ اس لئے مجبوراً اُنہوں نے خلافت عثمانؓ تک اس امر کا اظہار نہ کیا یعنی وہ بعد وفات آنحضرت صلعم حضرت عثمانؓ کی خلافت تک اس بات کو بخوبی جانتے تھے۔ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ خلافت کے مستحق نہیں۔ بلکہ مَیں خلافت اولیٰ کا مستحق ہوں۔ لیکن اگر وہ یہ کہتے۔ تو اُن کو جان سے مار ڈالا جاتا۔ اس لئے اُنہوں نے دل میں اس امر پر ایمان رکھ کر ظاہر میں اپنے دشمنوں کی موافقت کی۔ ایسا کرنا اہل تشیع کے نزدیک جائز ہے۔ اور اس کو وہ تقیہ کہتے ہیں ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک جتنے خلفاء ہوئے ہیں یعنی خلفاء اربعہ۔ سب خلیفہ برحق تھے۔ اور بالترتیب اپنے اپنے درجے کے سزاوار تھے۔ یعنی ابوبکرؓ خلافت اولیٰ کے سزاوار تھے۔ اور حضرت عمرؓ خلافت ثانیہ کے اور حضرت عثمانؓ خلافت ثالثہ کے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خلافت رابعہ کے اہل تھے۔ ان میں سے کسی صاحب نے ہرگز ہرگز ایک دوسرے کی حق تلفی نہیں کی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کوئی تقیہ نہیں کیا۔ اور نہ وہ اپنے سے پہلے خلفاء ثلاثہ کو حق تلف کرنیوالا مانتے تھے۔ بلکہ وہ ان سب کو ظاہر میں بھی اور باطن میں خلفاء برحق مانتے تھے۔ اس کے کئی دلائل اور ثبوت ہیں جن کو مَیں اپنی فرصت کے مطابق بالترتیب بیان کرونگا۔ اور آخر میں اُن اعتراضات کا جواب دونگا۔ جو کہ اس بارہ میں شیعہ صاحبان ہم پر کیا کرتے ہیں ؛

دلیل اوّل:۔ عقلاً ایمان اور کفر کے معاملہ میں لوگوں کے چار گروہ ہوسکتے ہیں :۔

(۱) دل میں بھی ایمان ہو۔ اور ظاہر میں بھی۔

(۲) دل میں بھی کُفر ہو۔ اور ظاہر میں بھی۔

(۳) دل میں کفر ہو۔ اور ظاہر میں ایمان ہو۔

(۴) دل میں ایمان ہو۔ اور ظاہر میں کفر ہو۔

مگر قرآن شریف نے صرف پہلے تین گروہ کا ذکر کیا۔ اور چوتھے گروہ کا ذکر نہ کیا۔ اس لئے کہ ایمان ایسی چیز نہیں ہے۔ کہ جو دل میں پوشیدہ رہ سکے۔ دیکھو سورۂ نحل رکوع ۱۴۔ ہاں وقتی طور پر اس بات کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونے کا امکان بیان کیا ہے۔ اور وہ بھی کمزور ایمان والے کے لئے۔ اور اس کو جرم قرار دیا ہے۔ کیونکہ ساتھ ہی فرمایا۔ کہ انّ ربّك من بعدها لغفور رحیم۔ پس تقیّہ ایسا عقیدہ ہے جسکے ماننے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کمزور ایمان والے انسان اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مجرم ٹھیرتے ہیں۔ اس لئے یہ عقیدہ ہی باطل ہے ؎

دلیل دوم:۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا خلافت ابوبکرؓ سے خلافت عثمانؓ تک کا خلفاء کی بیعت کرنا اور پھر اُن کی اطاعت کرنا اور ان کو خلیفہ برحق تسلیم کرنا بسبب تقیّہ کے ہوسکتا ہے۔ تو کوئی خارجی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ کا تیئس برس تک آنحضرت صلعم کو ماننا بھی بسبب تقیہ کے ہے۔ پس تقیّہ ماننے سے حضرت علیؓ مسلمان بھی نہیں ٹھیرتے۔ چہ جائیکہ وہ خلیفہ ہوں۔ اس لئے ایسا عقیدہ جس سے کہ حضرت علیؓ جیسے پختہ ایمان انسان کافر ٹھیرتے ہیں۔ غلط ہے اور باطل در باطل ہے ؎

دلیل سوم:۔ یہ طبعی قاعدہ ہے۔ کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں کسی انسان کا بغض ہو۔ لیکن ظاہر میں وہ اُس سے محبت کرے۔ اور تعظیم سے پیش آئے۔ تو آہستہ آہستہ وہ بغض دُور ہو جائیگا۔ یہی ایمان کا حال ہے۔ اگر اسکے مطابق اعمال نیک نہ کیئے جائیں۔ تو وہ آہستہ آہستہ دل سے مفقود ہو جاتا ہے۔ پس تقیہ ایسی چیز ہے۔ جسپر عمل کرنے سے ایمان کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ اور پھر ایسے عقیدے کو حضرت علیؓ کے حق میں تسلیم کرنا باطل اور بعید از قیاس ہے ؎

دلیل چہارم:۔ منافق اور کافر میں بلحاظ کفر کے کوئی فرق نہیں یعنی دونو کافر ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔ کہ منافقوں کو زیادہ سزا ملیگی۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اُن لوگوں نے دل کے عقیدے کو چھپایا پس جب کفر جو کہ ایک گندی چیز اور چھپانے کے قابل ہے اسکے چھپانے پر سزا بڑھ جاتی ہے۔ تو ایمان کے چھپانے پر بدرجہ اولیٰ سزا ملنی چاہیئے۔ کیونکہ ایمان ایک ایسی اعلیٰ چیز ہے۔ جو چھپانے کے قابل نہیں۔ بلکہ ظاہر کرنے کے قابل ہے ؎

دلیل پنجم:۔ حضرت علیؓ نے مکّہ کی زندگی میں دل میں بھی اسلام رکھا۔ اور ظاہر میں بھی۔ اگر تقیہ جائز ہوتا۔ تو ظاہر میں بھی بت پرستی کرتے۔ کیونکہ وہاں زیادہ خطرہ تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ تقیّہ جائز نہیں ؎

دلیل ششم:۔ حضرت علیؓ کو جب مکّہ میں کفار کی طرف سے تکالیف پہنچی۔ تو آپ نے اپنے ایمان کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچانے کے لئے وہاں سے ہجرت کی۔ اگر مدینہ شریف میں بھی آپؓ کو کسی وقت ایمان بچانے کی ضرورت پڑتی۔ تو آپؓ ضرور وہاں سے بھی ہجرت کرتے۔ مگر آپؓ نے خلافت عثمانؓ تک وہاں سے ہجرت نہ کی۔ معلوم ہوا۔ کہ آپؓ کو مدینہ شریف میں حضرت عثمانؓ کے وقت تک کبھی بھی ایمان بچانے کی ضرورت نہ پڑی۔ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ آپؓ نے کوفہ شریف کی طرف ہجرت کی تھی۔ مگر یہ ہجرت آپؓ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں کی تھی۔ جبکہ کوئی ڈر نہ رہا تھا ٭

دلیل ہفتم:۔ ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں۔ کہ جبر کی صورت میں ایمان چھپانا جائز ہے۔ یا فرض ہے۔ اگر کہو کہ جائز ہے۔ تو پھر وہ افضل ہے یا اُس کا غیر افضل ہے۔ اور اگر فرض ہے۔ تو اُس کی عدم تعمیل یقیناً گناہ کا موجب ہو گی۔ تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کیوں نہیں کی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ تقیہ فرض نہیں۔ بلکہ مجبوری کی حالت میں کمزور ایمان والوں کے لئے جائز ہے۔ اس کے باوجود بھی خدا نے اسکو جُرم ہی قرار دیا ہے۔ اور حضرت علیؓ کو کہنا۔ کہ آپؓ کمزور ایمان والے یا مجرم تھے۔ ہرگز درست نہیں ہے۔ اور اگر جائز ہے۔ تو وہ اولیٰ ہے یا اُس کا غیر اولیٰ ہے۔ قرآن شریف ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہکر جبر کی حالت میں بھی تقیہ کرنے والے کو گناہ گار قرار دیتا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ تقیہ کا غیر اولیٰ ہے۔ اور امام کو یہی سزاوار ہے۔ کہ وہ اولیٰ پر عامل ہو ٭

اب میں اُن اعتراضات کا جواب دونگا جو کہ شیعہ صاحبان ہم پر کرتے ہیں:۔

سوال:۔ خوف خطرہ کے وقت مجبوری کی حالت میں تقیہ کا جواز قرآن شریف سے ثابت ہے۔

جواب:۔ کمزور ایمان والوں کے لئے یہ جواز ثابت ہے۔ اور کامل مومنوں اور نبیوں کیلئے یہ ثابت نہیں۔ بلکہ اس کا اُلٹ اور عکس ثابت ہے۔ دیکھئے قرآن شریف کامل مومنوں کی صفت یوں بیان کرتا ہے۔ کہ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ لَا يَخْشَوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ لَا يَخَافُوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔ لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ

پس یہ عجیب بات ہے۔ کہ جو بات کمزور ایمان والوں کے لئے جائز تھی۔ وہ تو حضرت علیؓ میں پائی جائے اور وہ بات جو کامل مومنوں کی علامت تھی۔ وہ آپؓ میں مفقود ہو ٭

پھر یہ بات ہے۔ کہ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے خلفاء کی تین علامات بیان فرمائی ہیں (۱) اُن سے خوف کا دُور ہونا۔ (۲) انکا اپنے دین کو ظاہر کرنا۔ (۳) عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ اب اگر حضرت علیؓ کو تقیہ باز سمجھا جائے۔ تو ان تینوں میں سے آپؓ میں کوئی علامت پائی نہیں جاتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برخلاف اس کے اگر آپؓ کو تقیہ باز نہ سمجھیں۔ تو تینوں علامات آپؓ میں بھی باقی خلفاء کی طرح پائی جاتی ہیں۔

سوال:۔ آنحضرت صلعم نے بھی صلح حدیبیہ میں تقیہ کیا۔ کیونکہ آپؐ نے رسول اللہ اور بسم اللہ کا لفظ کٹوا دیا۔

جواب:۔ یہ غلط ہے۔ کہ آپؐ نے تقیہ کیا۔ آپؐ نے تو صاف الفاظ میں اقرار فرمایا کہ انا محمد بن عبد اللہ وانا رسول اللہ۔ تقیہ تو تب ہوتا۔ جبکہ آپؐ رسول ہونے سے انکار کرتے۔ مگر یہ ثابت نہیں۔ ہاں چونکہ صلح کا وقت تھا۔ اور صلح کے وقت طرفین کی مساوات اور برابری کا خیال ضروری رکھنا ہوتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے مذکورہ الفاظ کٹوا دیئے۔ اس سے انکار کہاں سے ثابت ہوا۔

سوال:۔ وقال رجل مؤمن من آل فرعون الآیۃ۔ پارہ ۲۴ رکوع ۴۔ کہ آل فرعون میں سے ایک شخص نے تقیہ کیا فرعون موسیٰ سے۔ تو وہ ممدوح خداوند ہو گیا۔ حالانکہ اُس کا تقیہ توحید خدا میں تھا۔ اور حضرت علیؓ کا تقیہ صرف ولایت اور خلافت میں تھا۔ تو یہ اُس سے بڑھ کر ممدوح خداوند ہوئے۔ قول فیصل۔

جواب (۱):۔ اس نے کتم ایمان کیا۔ جیسا کہ یکتم ایمانہ کے الفاظ سے ثابت ہے۔ نہ کہ اظہار کفر۔ کتم ایمان اور اظہار کفر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

جواب (۲):۔ یکتم ایمانہ کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ آدمی اُس دن سے پہلے اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ اور اُس دن اُس نے اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ جیسا کہ اتقتلون رجلاً کے الفاظ سے ثابت ہے۔

جواب (۳):۔ اُس نے صرف کتم ایمان کیا ہے۔ اُس نے یہ کب کہا ہے۔ کہ میں کافر ہوا ہوں۔

سوال:۔ خدا تعالیٰ اور حضرت ابراہیمؑ نے اصنام باطلہ کو معبود برحق سے تعبیر کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ کہ فراغ الیٰ اٰلھتھم۔ اور اس سے معبود برحق میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسی طرح اگر امام حق نے بمصلحت شریعت خلیفہ باطل کو خلیفہ یا امام کہا۔ تو نہ قائل کو کوئی ضرر ہے۔ نہ خلیفہ باطل کو کوئی شرف حاصل ہوتا ہے۔ قول فیصل صفحہ ۱۲-۱۳

جواب:۔ اٰلھتھم میں ھُم سے مراد کافر لوگ ہیں جو بتوں کو معبود سمجھتے تھے۔ تو یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ کہ الھتھم میں تو مشرک انکو معبود سمجھتے تھے۔ اب اگر حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کو امیر المؤمنین کہتے تھے اور آپؓ حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ برحق بھی مانتے تھے۔ تو ہمیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی تقیہ نہیں۔ اگر کہو کہ آپؓ ان معنوں میں ان کو امیر المؤمنین کہتے تھے۔ کہ آپؓ اُن لوگوں کے خلیفہ تھے۔ جو اُن کی خلافت پر ایمان لائے تھے۔ تو اس صورت میں بھی آپؓ کوئی تقیہ نہ کرتے تھے۔ کیونکہ آپؓ اُن کو خلیفہ برحق نہ مانتے تھے۔ اور نہ ماننے کی صورت میں کوئی تقیہ نہیں ہے ؛

سوال :۔ حضرت عمارؓ نے تقیہ کیا ؛

جواب :۔ آپ حضرت عمارؓ کے ماں باپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ یقیناً اُن کو نیک اور شہید سمجھتے ہیں پس ایک بات جو کسی کی غلطی ہو۔ اُس کو ائمہ کے حق میں تجویز کرنے سے یہ بہتر ہے۔ کہ ائمہ کے حق میں اولیٰ بات تجویز کی جائے ؛

آخری بات میں شیعہ صاحبان سے یہ پوچھتا ہوں۔ کہ اگر حضرت علیؓ نے تقیہ ہی کیا۔ تو آپؓ کو بموجب حکم قرآن ہجرت کرنی چاہیئے تھی۔ اور اُن لوگوں سے جہاد کرنا چاہیئے تھا۔ جنہوں نے کہ آپؓ کو مجبور کیا تھا۔ اور پھر اُس جہاد کی تکالیف پر صبر کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن آپؓ نے ایسا نہیں کیا ثابت ہوا۔ کہ آپ تقیہ نہ کرتے تھے۔ ورنہ کیا آپؓ تقیہ کرنے کے ساتھ ہی حکم قرآنی کو بھی چھوڑ دیتے ؛

خاکسار یوسف شاہ مولوی فاضل

تبلیغی ٹریکٹ

چند کارآمد حوالے نمبر ۱ و ۲	۱/
بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض	۰/
اسلام کی اندرونی تصویر	۰/
آریہ سماج اور گاندھی جی	۰/
رسالہ تائید اسلام کے اعتراضات کا جواب	۰۱/
کفارہ	۱/
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ	۱/
اسلامی خالق مطلق خدا اور آرین سترو نکتیمان	۴/
مسیح موعود و امت محمدیہ	۱/
شیعہ سوراج اور اسکے واقعات	۱/
ذبیحہ گائے	۱/
ابطال الباطل (ردّ شیعہ)	۲/
آسمانی گولہ	

تبلیغی رسالے

براہین العقائد	۸/
معارف القرآن	۸/
تصوّف	۶/
مقصد مذہب	۳/
مباحثہ سرگودہ	۶/
الاستخلاف	۰۴/
مباحثہ ختم نبوت	۶/
مجمع البحرین	۳/
کمالات احمدیہ	۶/
التشریح الصحیح	۶/

دفتر ریویو اُردو قادیان سے منگوائیے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یوحنّا۔ یسوع اور بپتسمہ

(از ٹی - کے - لائی)

اُنیس سو برس سے زیادہ عرصہ گذر چکا کہ دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک اُس خطۂ صحرائی میں جو بحیرۂ مُردار کے کنارے پر واقع ہے اور دوسرا شہر ناصرہ کے قریب۔ بعد میں یہ دو بچے یوحنا اور یسوع کہلائے۔ اوّل الذکر دوسرے سے چھ ماہ بڑا تھا۔ اور ان دونو کی پیدائش معجزانہ خیال کی جاتی تھی۔ کیونکہ یوحنا کے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور یسوع کا کوئی جسمانی باپ ہی نہ تھا۔ جب یوحنا ابھی شکمِ مادر میں ہی تھا تو اس میں مقدس روح پھونک دی گئی۔ حضرت مریم کو کلام اللہ سے حمل ٹھیرا اور پھر جو لڑکا آپ کے پیدا ہوا۔ وہ بعد میں (بقول مسیحی صاحبان) "انسان خدا" کی صورت میں جلوہ گر ہوا +

ایک مسلمان کے یوحنا اور مسیح خدا تعالیٰ کے دو برحق نبی تھے جو اس نے دوسری مخلوق کی مانند اپنی قدرت سے پیدا کئے۔ اور انہی انبیاء کی معرفت خدا تعالیٰ وحی کرتا۔ اور قدرت کے اسرارِ سربستہ کا انکشاف کرتا تھا۔ تاکہ بنی نوع انسان کی اصلاح ہو اور اُن کو بشارت ملے اور وہ خبردار ہو جائیں +

یوحنا کی بابت ہم زیادہ واقف نہیں جب تک کہ وہ دریائے یردن کے کنارے پر ظاہر نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے وہ جنگلوں میں گھومتا تھا۔ ٹڈیوں اور جنگلی شہد پر گذارا کرتا۔ اور اونٹ کے بالوں سے بنا ہوا کپڑا پہنتا تھا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ یہودی مذہب کے ایک فرقہ "Essenis" سے تعلق رکھتا تھا۔ جس سے کہ قدیمی کرسچن Ibionitas یا Nazareues نکلے ہیں جن کا بڑا اصول دنیاوی لذائذ سے پرہیز کرنا تھا +

جب وہ دریائے یردن پر ظاہر ہوا تو اس نے اپنے توبہ کے مشن کی اشاعت کرنی شروع کی اور گناہ گاروں کو دریائے یردن کے پانی سے بپتسمہ دینا شروع کیا۔ اور دوسروں کے درمیان مسیح ہی تھا۔ اپنے بپتسمہ دینے کی رسم کے دوران میں یوحنا نے مسیح کو بتایا کہ اس کے بعد ایک اور نبی آئے گا جو مقدس روح کے ساتھ بپتسمہ دیا کرے گا +

پہلے اس کے کہ میں بعد میں آنے والے نبی کی پیشگوئی کے متعلق کچھ کہوں مجھے بتانا ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یوحنّا کے بپتسمہ دینے سے مسیح پر کیا اثر ہُوا۔ جونہی کہ مسیح نے بپتسمہ لینا ختم کیا مقدس روح ایک "فاختہ" کی شکل میں اوپر سے اُتری۔ اس کو "فاختہ" کیوں کہتے ہیں؟ کیا یہ استعارۃً کہا گیا ہے یا یہ واقعی ایک فاختہ تھی جو اُس پر نازل ہوئی؟

مسٹر ایف۔ سی۔ کونی بیئر اس سوال کا جواب یوں دیتے ہیں۔ اس زمانہ میں شام اور فلسطین کے علاقہ میں فاختہ ایک مقدس پرندہ خیال کیا جاتا تھا۔ جس کو نہ وہ تنگ کرتے تھے اور نہ مارتے تھے۔ قدیم کے مذہبی راہب اس کی حفاظت کرتے تھے۔ فیلو اپنے مخصوص انداز میں اس پرندے کی تقدیس کی یہ وجہ بیان کرتا ہے کہ جس طرح سب سے بہتر جانور مینا، ہماری بہترین حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً ہمارا دماغ اور عقل۔ اس طرح پرندوں میں سے یہ ہے۔ ہلکا پھلکا، جو تیر سے بھی تیز اُڑتا ہے اور ہر جگہ گھس سکتا ہے۔ اور چونکہ Logos یا کلام دو طرح کا ہوتا ہے۔ جھوٹا اور سچّا۔ اس لئے اس کو کبوتر یا فاختہ کے جوڑے سے موسوم کرتے ہیں +

اگر کوئی یہاں یہ کہے کہ فیلو نے تو یہاں کلام یا Logos کو لیا ہے تو اس کے جواب کے لئے یہ کہدینا ضروری ہے کہ قدیمی عیسائیت کے علماء کلام اور رُوح کے درمیان یقینی طور پر فرق کرتے تھے۔ اور ابتدائی کتب میں یہ مذکور ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ پر کلام ہی نازل ہُوا تھا نہ کہ روح۔ اور کلام ہی آپکے اندر داخل ہُوا۔ دوسری کئی جگہ فیلو نے کہا ہے کہ "الٰہی علم" اور "رُوح" کو استعارۃً ہم فاختہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہودی علماء کی احادیث میں لکھا ہے کہ "روح اللہ" پانی کی سطح پر، ایک فاختہ کی طرح، منڈلایا" (کتاب پیدائش باب ۱)۔ روح کا جسم میں ایک پرندے کی طرح داخل ہونا، یا اُسکو چھوڑ دینا، ایک مشہور اعتقاد ہے۔ Odyssy xi 222 میں لکھا ہے کہ "ایک بہادر کی روح ایک پرندے کی طرح پھڑ پھڑا کر اُڑ گئی۔ اور حکایاتِ کیلٹک میں، نیک روحوں کو سفید پرندے سے مشابہت دی گئی ہے۔ اور خصوصاً سفید فاختہ کے ساتھ" یہ اعتقاد حکایات میں عام ملتا ہے خواہ وہ پُرانی ہوں یا نئی۔ کشف کا دوسرا حصّہ، یعنی آسمان سے آواز کا آنا، ابھی تک یہودیوں کی احادیث میں پایا جاتا ہے۔ اور قدیمی طالمود میں (یہودی قوانین، "باتھ کول" کی طرف (جیسا کہ اسکو کہتے تھے) بار بار اشارے کیئے گئے ہیں۔ چنانچہ بابلی طالمود میں ہم پڑھتے ہیں کہ کس طرح جب ہِلّلؔ (یسوع کا ہم زمانہ اور ایک ربّی) جیریکو (Gericho) میں ٹہل رہا تھا۔ تو "باتھ کول" نے گواہی دی کہ وہ اُن لوگوں میں سے تھا۔ جن کی راستبازی اُن کو اس بات کا حقدار کر دیتی ہے کہ "مقدس روح" اُن کے اندر اپنا مسکن بنائے۔ یہی گواہی باتھ کول نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمود بچے کے حق میں Jabneh (جبنے) کے مقام پوری تھی ÷

"ہِلّل کی کہانی یسوع کی کہانی سے بالکل مناسبت کھاتی ہے۔ اور اُن مسیحی بزرگوں کے لئے وہ بہت تشویش کن ہے جو اپنے تعصّب کے باعث، اناجیل میں مسیح کے ذکر کو بے مثل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سترھوئیں صدی کے عبرانی زبان کے فاضل انگریز بشپ لائٹ فٹ اپنی متی کی تفسیر میں ہِلّل کے متعلق مندرجہ بالا واقعہ بیان کر کے یہ عجیب و غریب ریمارک زیادہ کرتا ہے" مجھے یہاں شبہ کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ یا تو محض کہانیاں ہیں اور یا پھر یہ آوازیں، جادو کے زور سے دی گئیں تاکہ ربّیوں کا احترام کیا جائے۔ بلاشبہ یہ یقینی بات ہے کہ یہ آوازیں جن کو یہودی باتھ کول کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور جن کے متعلق اُن کا اعتقاد ہے کہ وہ آسمان سے ہی آئی تھیں یا تو شیطان نے لوگوں پر رُعب ڈالنے کی خاطر خود بنالیں اور یا پھر اپنے فائدے کی خاطر جادوگروں نے ہی بنائیں!

مسیحؑ کے بپتسمہ کا نتیجہ یا اثر یہ ہؤا۔ کہ "مقدس روح" ایک فاختہ کی صورت میں نازل ہوئی۔ اور آسمان سے ایک آواز آئی :-

"یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس پر میں از حد خوش ہوں"

یردن کے پانی سے بپتسمہ دینے کے عوض میں مسیحؑ نے یوحنّا کی تعریف کی اور مندرجہ ذیل گواہی دی:-

"کوئی آدمی جو عورت سے پیدا ہؤا۔ بپتسمہ دینے والے یوحنّا سے بڑا نہیں۔ لیکن خدا کی بادشاہت میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ یوحنّا سے بڑا ہے" (متی 11/11)

یسوع کی اس گواہی کے مطابق عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ بپتسمہ دینے والا یوحنّا تمام انبیاءؑ سے بڑا تھا۔ مگر چونکہ وہ آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹے کو معلوم نہ کر سکے کہ وہ کون ہے اور نہ وہ سمجھ سکے کہ یوحنّا کو شامل کر کے تمام انبیاءؑ میں سے افضل کون ہے۔ اس لئے مسیحیوں نے سمجھا کہ یہ صاف انہی پر ہی صادق آتی ہے۔ کیونکہ بپتسمہ کے ذریعہ وہ ابتدائی گناہوں سے پاک و صاف ہو گئے تھے۔ اور عام گناہوں سے وہ فاختہ یا باتھ کول کی مدد سے محفوظ ہو گئے ÷

اب ہم بچوں کے بپتسمہ کو چھوڑ کر جوان عیسائیوں کے بپتسمہ کو لیتے ہیں۔ اس کو حقیقی بپتسمہ کی رسم کہتے ہیں ÷ ایف سی کونی بیئر کہتا ہے :-

"بپتسمہ کی رسم دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے :- اوّل پانی سے دھونا تاکہ گناہ دُھل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اوّل۔ پانی سے دھونا تاکہ گناہ دُھل جائیں۔ یہ اسی طرح کی جاتی تھی جس طرح یوحنا نے بپتسمہ دیا تھا +

دوسرے۔ ہاتھ رکھ کر مقدس رُوح لینے کی رسم۔ جس کے بعد مقدس تیل ملا جاتا تھا۔ یسوع کے متعلق بھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے پیروؤں پر مقدس رُوح کی سات گنا برکات حاصل کیں جن کی اس نے "تسلی دینے والی رُوح" یا paraclete کی صورت میں اپنے شاگردوں کو دیدیا۔ اور وہ اس تحفہ کو بیعت کے ذریعہ سے دوسرے ایمان والوں کو دے دیتے تھے۔ زمانہ وسطیٰ کے بہت سے منکروں نے جن کو puritan کہتے ہیں۔ رسم کا صرف دوسرا حصہ رہنے دیا۔ اور اس کا نام consolamentum یا "تسلی دینے کی رسم" رکھا زمانہ وسطیٰ کی اعلیٰ سوسائٹی میں معلوم ہوتا ہے کہ بہادروں کے بپتسمہ کی رسم موجود تھی۔ لیکن غیر مذہبی طور پر۔ جب کسی کو بہادروں میں داخل کیا جاتا تو صرف اسوقت یہ رسم ادا کی جاتی تھی جب کوئی امیر نائب بننا چاہتا تھا تو اُس کے کپڑے اُتار لئے جاتے اور ایک پاک کرنے والے پانی سے غسل دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد اس کو ایک سفید قمیص ایک سرخ چغہ اور ایک سفید کیپ (coif) میں ملبوس کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ۲۴ گھنٹے کا ایک باشقت روزہ آتا تھا اور وہ رات گرجے میں گذارتا۔ وہاں وہ دُعائیں کرتا۔ کبھی اکیلا ہی اور کبھی پادریوں کے ساتھ مل کر۔ دوسری صبح وہ گناہوں کے "اقرار" کے لئے جاتا۔ اور پھر اس کو بپتسمہ دیا جاتا +

تیسری اور چوتھی صدی کی جو دستاویز باقی ہیں۔ اُن سے اس زمانہ کی اس رسم کے متعلق بہت کچھ پتہ لگتا ہے۔ امیدوار کو ایپی فنی Epiphany یا ایسٹر فیسٹ Easter feast کے موسم کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ ان میں سے ایک بپتسمہ کی یادگار ہے اور دوسرا یسوع کی وفات کا دن ہے۔ ایسٹر کے اتوار کی رات، یا ایپی فنی کے دن اُمیدوار کو بالکل برہنہ کر دیا جاتا اور پھر اس کو کلیسا کے دنیاوی کاموں کا منتظم (Deacon) فوارہ کے پاس لے جاتا تھا جو عموماً ایک تھوڑی گہرائی والا برتن ہوتا جس میں سے پانی بہتا تھا۔ یونان اور روم کے کلیساؤں میں پہلے وہ مغرب کی طرف جاتا اور تین دفعہ شیطان اور اس کی بدروحوں اور کاموں کا انکار کرتا تھا۔ پھر مشرق کی طرف مُڑ کر وہ تین دفعہ مسیح کا مرید ہونے کی قسم کھاتا۔ اس کے بعد پادری اس کے سر پر تین چلّو پانی ڈالتا۔ اور شاید اس کو تین دفعہ غوطہ بھی دیتا۔ یہ سہ غسلی رسم پُرانے زمانہ میں رائج تھی جس طرح کہ کئی مصنف بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارسطو اپنی کتاب آؤن دی ہیون صفحہ ۲۶۸ میں لکھتا ہے:- ”ہمیں آسمان سے تین کا نمبر ملا جو ہم مذہب کی مقدس رسومات میں استعمال کرتے ہیں“

اکبرو (acro) جو ایک قدیمی مفسر تھا ہورٹیس کے استعمال کیئے ہوئے فقرے Thrice arely کی اس طرح پر تشریح کرتا ہے۔ ”جو اپنے گناہوں کا کفارہ دینا چاہتے ہیں ان کو تین دفعہ ضرور غوطہ لگانا چاہیئے“۔

اور ایک یونانی مصنف جس کا نام اراٹوستھنیز Eratosthenes (۲۴۰ ق م قبل مسیح) ہے لکھتا ہے کہ ”دیوتا، اخلاقی ترقی اس کو سونپتے ہیں جس نے تین دفعہ اپنے آپ کو پاک و صاف کیا“۔ یہ ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے یہ لفظ مشرکین سے سیکھا۔ لیکن انہوں نے اس کو استعارۃً استعمال کرنا شروع کیا اور کہا کہ یہ مسیح کے تین دن قبر میں رہنے کی یادگار ہے۔ یہ تو مشرقی کلیسا ؤں کا اعتقاد ہے مغرب میں یہ باپ۔ بیٹا اور روح القدس کے تین ناموں کی تکریم میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہاں سوائے آرمینا اور کیلٹک جیسے دُور افتادہ گرجوں کے بپتسمہ بھی لئے جانے لگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بپتسمہ ایک کفار کی رسم تھی۔ اور ”فاختہ“ اور آسمان کی آواز کے متعلق جو اعتقاد ہے وہ بھی مشرکین کا ہی ہے اور سوائے ایک افسانہ کے اور کچھ حقیقت نہیں رکھتا +

ان واقعات کے ہوتے ہوئے کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ بپتسمہ یافتہ عیسائی آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹے۔ اور اس لئے تمام انبیاءؑ سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ یہ نہایت ظلم ہے چنانچہ یہ معاملہ غور طلب ہے کہ عیسائیوں کے اس غلط دعویٰ کا ذمہ وار کون ہے؟ نہ یسوع نے کہا تھا اور نہ یوحنا نے کہ آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹے عیسائی ہی ہیں۔ یہ انجیل کے راوی۔ مکاتیب کے مصنف اور عیسائی مفسر ہیں جو قابلِ گرفت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اِن مصنفوں مفسروں اور راویوں میں روح القدس پھونکی جایا کرتی تھی اور اعتقاد ہے کہ انجیل نویسوں کی تصانیف ایک وحی ہیں۔ لیکن اس مزعومہ وحی میں مشرکین کی رسومات اور اعتقادات پائی جاتی ہیں +

اب ہم منکرین کی رسومات سے اخذ شدہ خیال کہ کوئی فاختہ اُتری تھی یا آسمان سے آواز آئی تھی یا یہ ”تین کا نمبر“ چھوڑ کر یوحنا کے اُس جواب کو لیتے ہیں جو اُس نے یہودی وفد کو دیا تھا +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تخت گاہ دہلی میں مسلمان اور ہندو صدیوں تک شیر و شکر ہو کر رہے ہیں یہانتک کہ باوجودیکہ مسلمان ۷۰۰ برس تک حکومت کرتے رہے لیکن پھر بھی ہندوؤں کی تعداد کی طاقت ہمیشہ حاکم قوم کے افراد سے بڑھی رہی جب وہ ان کا مقابلہ شاہلمینؔ اعظم اور کانسٹنٹائن جیسے پُرجلال و باشوکت بادشاہوں سے کرتے ہیں۔ تو وہ مسلمان شہنشاہوں کے حُسنِ سلوک کا اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پھر جب وہ مسلمانوں کے مقدس صحیفہ کو سُنتے ہیں جو علی الاعلان ازمنۂ اولیٰ کے تمام انبیاء و حکماء کی عزّت و تعظیم کا حکم دیتا ہے تو ان کے قلوب اسلام کی عظمت و تعریف سے مملو و بھرپور ہو جاتے ہیں ؛

مغرب کو سوائے اس کے اور کوئی چیز مسحور و مرغوب نہیں کرتی کہ وہ اسلام کے علمی پہلو اور جمہوری طاقت کو اپنے انتہائی کمال پر پاتے ہیں۔ "محنت عبادت ہے" یہ ہے وہ "زرین" مقولہ جو ہمارے کانوں میں اکثر پڑتا ہے۔ لیکن آسمان کے تلے اب صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اس کا زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ بھیک مانگ کر گذارہ کرنا جیسے کہ آجکل ہندوستان میں تقریباً مذہب میں داخل ہو گیا ہے۔ اسلام میں کالعدم ہے۔ سنیاس ایک ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کے لئے بالکل اجنبیت کا رنگ رکھتی ہے۔ اسکے نزدیک ہر ایک آدمی کو اس دنیا میں رہ کر لازمی طور پر خانہ دارانہ (گرستی) زندگی بسر کرنا چاہیئے۔ پیغمبر پاک صلعم کا سنہری قول ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں (لا رھبانیۃ فی الاسلام)۔ کوئی مسلمان نکما بیٹھنے کا مجاز نہیں ہے۔ نہ اس کو بھیک مانگنے کی اجازت ہے اور نہ وہ دوسروں کی خیرات کا محتاج ہے۔ رسولِ پاکؐ اور آپکے خلفائے راشدین تو ایک طرف رہے۔ سلطان ناصر الدین جیسے دنیا کے بندے اور روشن دماغ عالمگیر جیسے معتوب بادشاہوں نے خزانے سے ایک پیسہ تک نہیں لیا۔ وہ محنت کی عظمت و رفعت کی قدر کرتے تھے اپنے پسینے کی کمائی سے گذارہ کرتے تھے اگر اسی اسلامی روایت کو برقرار رکھا جائے تو "جوائنٹ فیملی سسٹم" سے جو نقصانات اور خسارے ہوتے ہیں ان کا تدارک فوراً ہو سکے ؛

لیکن سب سے بڑی خوبی جو مغرب کے لوگوں کو مرعوب کرتی ہے وہ اسلام میں جمہوریت کی روح ہے دوسرے محاسن کو نظر انداز کر کے اگر اسی خوبی کو دیکھا جائے تو اسلام کو تمام دیگر مذاہب پر فوقیت حاصل ہو سکتی ہے ؛

دنیا اب آگے ہی رنگ۔ نسل اور قومیت جیسے موہوم و بے اثر سوالات سے تنگ آچکی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب یوحناؔ دریائے یردن پر تھا تو یہودیوں نے ایک فقیہوں اور لاویوں کا اسکے د فد بھیجا۔ وہ گئے اور اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ اور اس نے مان لیا کہ مَیں مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے دوبارہ پوچھا کہ کیا پھر تم الیاس ہو اس نے کہا کہ مَیں نہیں ہوں۔

" تو کیا تم وہ نبی ہو؟" اس نے کہا "نہیں" (یوحناؔ ۱/۱۹-۲۰)

یوحناؔ کے اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ موسیٰؑ کی پیشگوئی کے مطابق ایک بہت بڑے نبی کا انتظار ہو رہا تھا۔ جس کے پاس کہ مکمل شریعت ہو۔ اسی نبیؐ کے متعلق یسوع نے اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ "آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹا سب سے بڑا نبی ہے" نہ کہ اُن یہودی اور غیر یہودی لوگوں کے لیے جنہوں نے پادریوں کے ہاتھوں سے مشرکانہ اصطباغ حاصل کرکے عیسائی مذہب قبول کیا ؛

انجیل چہارم کے مطابق یوحناؔ نہ مسیح تھا نہ ایلیا اور نہ ہی "وہ نبی"۔ پھر یہ "وہ نبی" کے الفاظ کس کے متعلق ہیں۔ اگر مسیحی کلیسیا یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں معلوم نہیں کہ "وہ نبی" سے یہودی فقیہوں اور فریسیوں کی کیا مراد تھی اور کس نبی کی طرف وہ اشارہ کر رہے تھے۔ تو ان یہودیوں سے کس طرح اُمید ہو سکتی ہے کہ وہ اُس نبی کے متعلق واقفیت ہم پہنچائیں؟ اگر وہ جانتے ہیں تو پھر وہ خاموش کیوں ہیں؟ کیا وہ اس طرح با وجود علم رکھنے کے کر رہے ہیں یا ان کو پتہ ہی نہیں؟ بہرحال کیا یہ شدید جُرم نہیں کہ لوگوں کو بہکایا جائے اور اُن کو جہالت کے سمندر پر بیکس چھوڑ دیا جائے؟

یہ جہالت ہی اس بات کی بڑی وجہ ہے کہ کئی لوگوں نے خدا اور اُس کے رسولوں پر ایمان رکھنا چھوڑ دیا ہے اور وہ وحی اور الہام کے صاف منکر ہیں ؛

دراصل "وہ نبی" سے مراد، افضل الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو نبی داؤد نے "میرا آقا" کہہ کے پکارا ہے۔ اگر یہ پوپ اور پادری حق بات کا پرچار کرتے تو عیسائیت مشرک قوموں کے اثر سے محفوظ رہتی۔ اور نکتہ چین لوگوں کے لئے اعتراض کا کوئی راستہ خالی نہ رہتا ؛

بپتسمہ کے آغاز کے متعلق مسٹر آرتھر ویگل کہتے ہیں:-

"ڈیا نی سس (Dionyses) کا تہوار ۶ جنوری کو منایا جاتا تھا۔ لیکن ڈیا نی سس، مصری دیوتا Osiris (اُسیرِس) کے مترادف تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ

مصر میں بھی انہی دنوں "نیل کا تہوار" ہوا کرتا تھا۔ جو مصری عیسائی اب بھی عید الغطس" Id el Ghitas یا "غسل کا تہوار" کے نام سے مناتے ہیں۔ اِس موقعہ پر دریا کو برکت دی جاتی ہے اور پوتہ جل اُس میں ڈالا جاتا ہے۔ جس کے بعد لوگ دریا میں کود پڑتے ہیں۔ اِس تہوار کی تاریخ طُوبی مہینہ کی گیارہ تاریخ ہے۔ جو پُرانے زمانہ میں ۶ر جنوری کے مطابق تھی۔ لیکن یہاں اسی رِس دیوتا کا صرف ایک پہلو ہوتا تھا۔ یعنی "نیل کا دیوتا" اور اس طرح پر "نیل کا تہوار"، غالباً "اُسی رِس کا تہوار" ہی ہوتا تھا۔ اور اس لئے "ڈیانی سس" کا تہوار بھی یہی تھا جیسے کہ دونو کی اکٹھی تاریخیں بتلاتی ہیں ؛

اب کلیمنٹ آف الیگزنڈریا نے غالباً ۱۹۴ء میں لکھا تھا۔ کہ مصر میں ناسٹک کا نیم عیسائی فرقہ جن کو بَسی لیڈن Basilidans کہتے ہیں۔ اس تاریخ کو ایک تہوار منایا کرتے تھے۔ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ شام وغیرہ کے عیسائی بھی اس دِن کو یسوع مسیح کے دریائے یردن میں بپتسمہ لینے کا دِن مانتے ہیں۔ چوتھی صدی میں یہ رسم زیادہ پھیل گئی اور ۳۸۶ء میں انطاکیہ (antioch) کے مقام پر ایسٹر اور ایپی فنی کی دو رسمیں ادا کی گئیں۔ آخر الذکر ۶ر جنوری کو ادا کی گئی۔ اُس دِن تمام دریاؤں اور چشموں سے برکت لی گئی۔ اور سارا سال استعمال کرنے کے لئے بپتسمہ کے واسطے پانی نکالا گیا ایپی فنی کا نام اس کو اس لئے دیا گیا کہ اُس دِن دریائے یردن کے کنارے پر یسوع مسیح بپتسمہ کے لئے ظاہر ہُوا۔ اور ایپی فنی کے معنی "ظاہر" ہونے کے ہیں ؛

پوپوں اور پادریوں کو چاہیئے کہ اپنی چشمِ بصیرت کھولیں۔ اور حق بات پر ایمان لائیں۔ جَاءَ الحق وزھق الباطل۔ جب سچ آتا ہے تو جھوٹ دُور ہو جاتا ہے۔ کتنے عرصہ تک وہ گرجوں میں یسوع کے نام پر مشرکین کے توہمات اور سحر کی اشاعت کریں گے۔ کئی اولوالعزم ہستیاں اِس جعلسازی کی شکار ہو گئیں جس کے ساتھ کہ عیسائی مبلّغ جاہلوں پر جادو کرتے ہیں۔ میں مسٹر فلیپ کی تصنیف کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں :۔

" جب ہم میکسیکو اور پیرو کی تہذیب و تمدّن اور مذہب کے ریکارڈوں کی طرف جاتے ہیں وہ ریکارڈ جو تعصب سے معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ تو ہم اُن کو عیسائیوں اور یہودیوں کی جعلسازی اور تعصّب سے بالکل صاف پاتے ہیں۔ ہم ایک ایسی تہذیب اور مذہب کو دیکھتے ہیں۔ جو ابتدائی جہالت اور وحشت کے درجہ سے تدریجاً دولت کو پہنچی۔ اور جس کو یورپ کے سامنے آنیکا

[illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوؤں میں اسلام کی اشاعت

مُسلمان بادشاہوں کی وجہ سے نہ تھی

ہندوؤں کے اسلام میں داخل ہونیکا سبب سلطنت اسلامیہ کی کوئی کوشش نہ تھی۔ بلکہ حضرت بابا فرید شکر گنج رحمہ۔ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء رحمہ۔ حضرت خواجہ برہان الدین رحمہ۔ حضرت خواجہ نصیر الدین اودھی رحمہ۔ حضرت سید یوسف عرف سید راجو قتال حسینی رحمہ۔ حضرت شیخ صدر الدین قریشی رحمہ۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہ۔ حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمہ۔ حضرت مولانا ظہیر الدین بھکری رحمہ۔ حضرت مولانا فخر الدین ہانسوی رحمہ۔ سید تاج الدین بدایونی رحمہ۔ شیخ وحید الدین عثمانی رحمہ۔ مولانا حسام الدین رحمہ۔ حضرت شمس الدین شیرازی بھکری رحمہ جو سب کے سب درویش اور فاقہ مست عالم تھے۔ تبلیغ اسلام میں مصروف اور ہندوؤں کو اسلام کی دولت سے مالامال کر رہے تھے۔ ساتھ ہی یہ تصور بھی قائم رہنا چاہیئے کہ سلاطین اسلام جنہوں نے ہندوستان میں حکومت کی ان عالموں اور درویشوں کو اکثر مخالفت کی نظر سے بھی دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء رحمہ جو صرف صوفی ہی نہیں بلکہ عالم متبحر بھی تھے۔ اور دہلی میں مصروف درس و تلقین تھے۔ اُن کے ساتھ سلطان غیاث الدین تغلق کے تعلقات کشیدہ تھے۔ اُن کے مرید مولانا شمس الدین یحییٰ کو بھی کشمیر جانے کے لیئے کہنا اسلیئے نہ تھا کہ سلطان غیاث الدین تغلق کو ملک کشمیر میں اشاعت اسلام کا اہتمام مدِ نظر تھا۔ بلکہ وہ مولانا ممدوح سے ناراض اور انکو دار السلطنت دہلی سے نکالنا چاہتا تھا۔ اُس نے در اصل انکو جلاوطنی کا حکم ان الفاظ میں (جو اوپر مذکور ہوئے) دیا تھا۔ اور وہ مولانا موصوف کی تبلیغی و اشاعتی سرگرمیوں سے ناخوش تھا۔ لہٰذا ہم مسلمانوں کو سلطان تغلق سے شکایت ہوسکتی ہے کہ اُس نے جسطرح ملک کے سرسبز آباد کرنے۔ زراعت پیشہ لوگوں کو (جو سب ہندو تھے) خوشحال فارغ البال بنانے ملک میں امن وامان قائم کرنے۔ بیرونی حملوں سے ملک کو محفوظ رکھنے۔ عدل و انصاف کیلئے بہترین قوانین نافذ کرنے اور بغاوتوں کا سلسلہ مٹانے میں جس ہمت و مستعدی اور قابل تعریف طرز عمل کا اظہار کیا۔ اسی قسم کی سرگرمی تبلیغ اسلام اور ہندوؤں کو مسلمان بنانے میں کیوں ظاہر نہیں کی اور اُلٹا متبعین اسلام کی جانب سے کیوں سرگراں ہوا۔ لیکن کسی ہندو کو تو اُس سے شکائت ہی نہیں ہوسکتی۔ ہندوستان کے موجودہ بائیس کروڑ ہندوؤں میں بائیس ہندو بھی ایسے نہیں بتائے جا سکتے جو اس بات کا دعویٰ کریں کہ انکے بزرگ سلطان تغلق یا علاء الدین خلجی کے دائرہ حکومت اور سلطنت سے باہر تھے۔ یا مسلمانوں کے محکوم و مغلوب نہ تھے یہ بائیس کروڑ ہندو درحقیقت بائیس کروڑ دلائل اس بات کے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے عہد حکومت میں اپنی سلطنت و سطوت شوکت کو تبلیغ اسلام کیلئے مطلقاً استعمال نہیں کیا اور لوگوں کو مذہب کے معاملے میں مختار و آزاد رہنے دیا اور اسلام کی تعلیم ہے۔ لا اکراہ فی الدین ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جارج برنرڈ شا اور اسلام

موجودہ زمانہ کے قابل اشخاص میں برنرڈ شا کی شخصیت نہ صرف انگلستان بلکہ تمام دنیا کے لئے باعث فخر ہے۔ وہ ایک بہت بڑا ادیب اور نقاد ہے۔ اس کو نوبل پرائز دو دفعہ پیش کیا گیا جو دنیا کے برترین سائنسدان یا ادیب کو دیا جاتا ہے۔ مگر اس نے اس کے قبول کرنے میں اپنی ہتک سمجھی۔ صرف اس وجہ سے کہ اس کی قابلیت و شہرت اس قسم کے تعارف اور انعام کی محتاج نہیں ہے۔ وہ بہت پکا ملحد و سوشلسٹ ہے اور شائد کوئی مذہب یا علمی۔ سیاسی و معاشرتی شعبہ اس کی چرب زبانی اور تنقید سے بچا ہے۔ حال میں اس نے اسلام کے اوپر اظہار رائے کیا ہے کہ سو برس کے بعد یا اس کے قبل انگلستان خصوصاً اور دیگر مغربی ممالک اسلام قبول کرنے پر مجبور ہونگے۔ جارج برنرڈ شا کی قابلیت اور ذہانت مسلم الثبوت ہے۔ اور یہ بیان اس کے قلم سے جب وہ کسی مذہب کے اصول سے خاص دلچسپی نہیں رکھتا۔ ایک حیرت انگیز امر ہے۔ اور اسلام کی حقانیت کا ثبوت دیتا ہے۔ اس کا خیال ہے۔ کہ عنقریب تمام سمجھدار انسان جو مذاہب کی ضرورت سمجھتے ہیں، اور محسوس کرتے ہیں کہ وہ انکو روحانی، اخلاقی، معاشرتی نقطہ نظر سے راہ راست پر چلائے۔ نیز دیگر دنیاداری کے کاموں میں مدد کرے۔ وہ اسلام کو ایک مکمل اور بے نقص مذہب پائیں گے جو ان کو خوش قانع اور ترقی یافتہ بنائیگا۔ اسلام تمام دنیا سے صلح رکھتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس دنیا اور دنیائے مابعد کے بارے میں مایوس نہیں ہونے دیتا +

مذہب کے اغراض

اس کا خیال ہے کہ مذہب کا سب سے پہلا اور اہم فرض یہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو ایک بہتر اور مکمل زندگی کے بسر کرنے میں مدد دے۔ اس کے بعد وہ مختلف وجوہات بیان کرتا ہے کہ کیوں صرف اسلام اور اسلام ہی موجودہ انسان کے خیالات کی جو زندگی اور تمدن سے متعلق ہیں تشفی کر سکتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ ضروری امر ہر انسان کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے اگر وہ مناسب طریقہ پر گذر اوقات کرنا چاہتا ہے +

فلسفہ اور سائنس

برنرڈ شا کے نزدیک اسلام کی عمومیت کا ایک ثبوت ہے کہ اس میں تمام ترقیاں فلسفہ اور سائنس کے جذب کرنے کی قوت ہے مختلف مذاہب مختلف قسم کی قوت کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً ہندو مذہب توہمات کو بہت جلد جذب کرتا ہے۔ اور اپنا جز بنا لیتا ہے۔ اسوجہ سے ہندو مذہب کا سابقہ جب کسی دوسرے مذہب سے پڑا تو اس نے دوسرے مذہب کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صرف توہمات کے کوئی دوسری چیز حاصل نہ کی۔ برخلاف اس کے اسلام نے دوسرے مذاہب کی اخلاقیات کا بہترین حصّہ اخذ کیا اور اپنا جزء بنا لیا ٭

یونان اور ہندوستان

اسلام کا سب سے پہلے یونان سے سابقہ پڑا اور اس کا کیا نتیجہ ہوا صرف اتنا کہ یونانی فلسفہ اسلام کا جزء بن گیا۔ اسی طرح جب اسلام ہندو مذہب سے آشنا ہوا تو اس نے ویدانت کو اس سے اخذ کیا۔ دراصل اس دنیا کی کوئی بڑی علمی یا مذہبی تحریک نہیں جس سے اسلام نے کچھ نہ لیا ہو مگر اس کے ساتھ اس نے اپنے آپکو بالکل خالص رکھا۔ اس وقت تک یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا یہ تیرہ سَو (۱۳) برس پیشتر تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہیگا۔ نیز کوئی باہر کا اثر اس پر حاوی نہ ہوا، اور نہ ہو گا۔ جو اس کے خاص اصولوں کو تبدیل کر سکے یا ان پر اثر ڈالے ٭

ترقی اور اسلام

برنرڈ شا یہ بھی بتاتا ہے کہ دنیا جتنی چاہے ترقی کرے اور انسان فلسفہ و سائنس میں انتہائی عروج کو پہنچے جو اس کو اب تک حاصل نہیں ہے۔ اسلام ان سب کو اپنے میں جگہ دیگا۔ تہذیب یافتہ اور روشن خیال انسان بڑے فلسفی اور سائنسدان جو اپنے شعبوں میں کمال کی حد کو پہنچ گئے ہوں اپنے خیالات و فلسفہ کو بغیر ترک کیئے ہوئے ایک عمدہ اور پرہیزگار مسلمان بننے میں قطعاً محسوس نہیں کرینگے ٭

اسلام اور شخصیّت

اسلام کی عمومیّت کا ایک دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ اس نے شخصی آزادی پر بہت زور دیا ہے۔ انفرادی حیثیت اس سے زائد کسی دوسرے مذہب اور فلسفہ میں نہیں پائی جاتی۔ نہ تو پرانے روم اور یونان کی سلطنت نے اور نہ موجودہ یورپ اور امریکہ کی ترقی یافتہ قوموں نے انفرادی شخصیّت کو اتنا بالا اور قابل قدر بنایا۔ جس کی اسلام نے اب سے تیرہ سَو (۱۳) برس پیشتر مثال پیش کی ٭

عام اخوت کا خیال اور اس پر صحیح و مکمّل عمل اسلام میں حقیقۃً ایک حیرت انگیز چیز ہے اور مذاہب نے بھی اس اخوت کی تعلیم دی ہے۔ مگر اصلاً وہ ایک لفاظی ہے۔ جب یہ مذاہب اس کو عملی صورت میں لانا چاہتے ہیں۔ تو وہ ایک وہم اور شاعرانہ تخیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ برخلاف اس کے جس اخوت اور برابری کی تعلیم اسلام نے دی ہے وہ ایک مستحکم سچائی کی چٹان پر قائم ہے اور اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے ٭

رنگ کا اختلاف

برنرڈ شا افسوس کرتا ہے کہ اس کے ممالک یعنی وہ ممالک جس میں اسلام رائج نہیں ہے۔ رنگ کا اختلاف حد سے بڑھا ہے اور جس نے بہت سی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہتر انسانی خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ جب کوئی کالی، پیلی یا بھوری قوم کسی سفید قوم کے مقابل آتی ہے تو آخر الذکر اس پر حاوی ہوتی ہے اور اس بدنصیب قوم کی محنت و جانفشانی سے اپنا فائدہ کرتی ہے۔ قومی احساس اور برتری نے مذہب کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔ مغرب میں خصوصًا قومی نسلی اور فرقہ وارانہ تعصب انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ مگر جو شخص اسلام قبول کرتے ہیں۔ وہ باوجود رنگ قوم یا نسل کے اختلاف کے ہر مسلمان کو برابر سمجھتے ہیں۔ مغرب میں جب کوئی دوسرے شخص سے سوال کرتا ہے "تم کون ہو؟" تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں انگریز ہوں یا فرانسیسی ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس لیکن اسلامی دنیا میں ایک افریقی۔ ترک۔ ایرانی یا ہندوستانی مسلمان صرف یہ کہیگا کہ "میں مسلمان ہوں"

ان سب باتوں سے ایک قابل رد مسئلہ حل ہوتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے آپکو دوسرے مسلمان کی برابر سمجھتا ہے اور اس طرح عام اخوت کے خیال نے ایک صحیح اور عملی صورت اختیار کی ہے۔ پاک اور نیک پیمبر نے جن پر خدا کی عنایات ہوں۔ اور ان کے جانشین خلفائے راشدین نے۔ عام اخوت۔ برابری اور انفرادی حیثیت کی بہت مثالیں پیش کی ہیں۔ غریب سے غریب اور ناچیز سے ناچیز مسلمان خلیفہ سے عدالت کے سامنے جواب طلب کر سکتا تھا۔ ہر مسلمان اپنے آپ کو بادشاہ بننے کا مستحق سمجھتا ہے۔ اگر وہ اس کے قابل ہے۔ تاریخ اس بات کی تائید کرتی ہے کہ غلام بڑی سلطنتوں کے فرمانروا اور آقا بن گئے۔ حال میں ایک چاء بیچنے والے کو (بچہ سقہ) افغانستان کے تخت پر بیٹھنے کے لئے اس کی کم بضاعتی حارج نہ ہوئی +

اسلام و ملک و دولت

اسلام میں ملک و دولت کی تقسیم قانونًا کی گئی ہے اور ہر شخص کو دولت حاصل کرنے کا اور اس پر پورا اختیار رکھنے کا موقع دیا گیا ہے بسوشلزم کا سب سے بڑا معیار جو اب تک مغرب میں تکمیل کی حد کو نہیں پہنچا ہے۔ اسلام میں تیرہ سو برس پیشتر قابل عمل طریقہ مان لیا گیا ہے۔ اسلام زمین کو سلطنت کی ملکیت قرار دیتا ہے اور اس کو اس کی تقسیم و تحصیل کا پورا اختیار ہے اور بغیر کسی زمیندار کی وساطت کے زمین لوگوں کو مختلف لگان پر اٹھائی جا سکتی ہے +

مال

شخصی یا قومی مال و دولت کی کثرت موجودہ زمانہ کی بدترین اور ایذا رساں چیز ہے۔ مگر یہ بات اسلام میں ناممکن ہے۔ سود کی اسلام میں ممانعت ہے۔ صرف اس غرض سے کہ ہر شخص اپنے لئے آپ پیدا کرنے کی کوشش کرے +

برنرڈ شا کے خاص الفاظ ہیں "اسلام یا اسلام سے تشابہ" جس کی بنا پر وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ انگلستان خصوصاً اور تمام دنیا عموماً اسلام کو قبول کریگی۔ یاکوئی ایسا مذہب جو اسلام سے مشابہ ہوگا ۔ فقط (مُسلم راجپوت)

الجسّاسة

حدیث جسّاسہ

حضرت تمیم دارمیؓ کی مشہور و معروف حدیث میں اس جساسہ کا بایں الفاظ ذکر ہے :۔

دابة ، هلب كثير الشعر لا يدرى ما قبله وما دبره من كثرة الشعر (صحیح مسلم)
فاذا انا بامرأة تجير شعرها (سنن ابو داؤد)
فقالوا له ما انت فقالت انا الجساسة

ایک جانور بالوں بھرا جس کے بالوں کی کثرت سے اس کا آگا معلوم ہوتا تھا۔ اور نہ پیچھا۔
یکایک میں نے ایک عورت دیکھی جو اپنے بالوں کو زمین پر گھسیٹ رہی تھی۔
اس سے پوچھا کہ تو کیا بلا ہے۔ بولی کہ میں جساسہ ہوں ⁺

تفسیر طلب امور

احادیث متعلقہ جساسہ میں حسب ذیل امور تفسیر طلب محتاج تاویل ہیں :۔

(۱) وجہ تسمیہ اور اس کا مصداق (۲) تانیث کا صیغہ (۳) بالوں کی کثرت (۵) قبل و دبر کی ناموجودگی (۶) اس کا لوگوں کو دجّال کی طرف بلانا (۷) دابہ ہونا۔

(۱) جسّ الخبر و تجسّس۔ جب کہا جاتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہوتا ہے کھوج ، بچار، تلاش و تفتیش کرنا۔ اکثر شر میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ نیز اس میں اندرونی مخفی امور کی تلاش اور کھوج ملحوظ ہوتی ہے۔

والجساسة دابة فی جزائر البحر تجسس الاخبار و تاتی بها الدجال وانما سمیت بذلك لانها تجسس الاخبار للدجال

جساسہ ایک جانور ہے۔ سمندر کے جزائر جو خبروں کا تجسس کرکے دجال کے پاس پہنچاتا رہتا ہے اسی تجسس کی وجہ سے اس کا نام جساسہ رکھا گیا۔

(لسان العرب ۔ ج ۷ ۔ صفحہ ۳۳۷)

یوروپین کمپنیاں مصداق اصلی ہیں

اب سوال یہ ہے کہ ان تمام امور مصرحہ بالا کو پیش نظر رکھ کر غور کریں ۔ تو اس کا صحیح صحیح مصداق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لغت عربی اور علم التاویل کی رو سے کون ہو سکتا ہے۔ اور یہ کس شے کی مثالی صورت حضرت اقدس صلعم کو مکاشفۂ عالم مثال و برزخ میں دکھائی گئی ہے۔ سو جواباً عرض ہے۔ کہ اس جساسہ کا مصداق وہ ساری کمپنیاں یا جماعتیں ہیں۔ جو یورپ کے مختلف مفاد کی خاطر یا اس کے اثر و نفوذ کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف قسم کی تحقیقات و تجسس احوال و اخبار میں مصروف رہی ہیں یا اب تک مصروف ہیں۔ غور کرنے والوں کے لئے اس اصول مذکورہ کے ماتحت سینکڑوں جماعتیں ایسی نظر آئیں گی۔ جو لگاتار مصروف سیاحت و سفر رہ کر تحقیقات مختلفہ و تجسسات متنوعہ میں مشغول ہیں۔ اور سابقاً رہی ہیں۔ ان میں سے بعض تاجرانہ بھیس میں دنیا کی تجارتی منڈیوں کی تلاش میں رہتی آئیں۔ اور رہتی ہیں۔ اور اس طرح یورپ کا اس پر قبضہ کر لینے کی باعث بنیں۔ دنیا کی تاریخ جانتی ہے۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی۔۔۔ کس طرح تاجرانہ صورت میں تجسس احوال ہند میں مصروف رہی۔ اور کن بہترین تدابیر سے براعظم ہند کو زیر شہنشاہیت۔۔۔۔۔۔۔ کردیا۔ اسی طرح مصر و چین و براعظم افریقہ و شرقی و غربی و وسطی وغیرہ تمام ممالک عالم کی حالت ہے۔ اسی طرح امریکہ۔ جزائر چین اور آسٹریلیا وغیرہ کی تجسس و اکتشاف کرنے والی جماعتیں بھی تھیں۔ جو رات دن تجسس احوال و اعمال میں مشغول رہ کر بالآخر یورپ کا ان پر قبضہ کرا دیا۔

مشنری اور دیگر جماعتیں

بعض ان میں سے مشنری تبلیغ عیسویت کی جماعتیں ہیں۔

انہی جماعتہائے جساسہ میں سے یوروپ کی سی۔ آئی۔ ڈی محکمہ خفیہ پولیس و جاسوسی ہے۔ جس کی نظیر زمان سابقہ میں مفقود ہے۔ غرضکہ یوروپین سیاست عالمگیر کی عمارت عظیم کی بنیاد اگر سچ پوچھئے تو اسی عظیم الشان متجسسانہ ہیئت کذائی پر مبنی ہے۔ جس کی تفصیل سے میری قوت بیانی قاصر ہے مجھ سے زیادہ جاننے والے مجھ سے زیادہ اس کی بہترین تفصیل و توضیح کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ کرنا چاہیں +

وجہ تانیث

اب رہا۔ ان جماعات متجسسہ و جساسہ کو مؤنث سے تعبیر کرنا۔ سو وہ تفیین عربیت سے مخفی نہیں کہ کلام عربی میں جماعت کو ہمیشہ مؤنث بلکہ واحد مؤنث کی صفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ موصوف مؤنث کو محذوف کر کے اس کی صفت مؤنث کو اس کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالم مثال کے اکتشافات میں ایسی جماعتوں کی صورت مثالی ہیئت مؤنث مشاہدہ ہوتی ہے +

بالوں کی کثرت۔ ہمیشہ مثالی صورت مالداری و سرمایہ داری کی ہے اسی واسطے علم تاویل الرؤیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں بالوں کی تعبیر مال سے ہوتی ہے کما فی کتب التاویل۔ ان جماعات متجسسہ کی مالداری و سرمایہ داری سے آج کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی اور ریوٹر کمپنی کو ہی لے لیجئے۔ اور ان کے تمول کا اندازہ لگائیے ؛

آگا پیچھا نہ ہونا

جسّاسہ کا قبل و دبر آگا پیچھا نہ ہونا۔ اس بات کا اشارہ ہے کہ کمپنی کو عربی میں شرکت کہا جاتا ہے جس میں سب شرکاء حصہ رسدی سے مساویانہ حق انتفاع رکھتے ہیں۔ کسی کو کسی سے خاص امتیاز نہیں ہوتا اوّل و آخر سب یکساں ہوتے ہیں ؛

دجّال کی طرف دعوت

جسّاسہ کا دجّال کی طرف بلانا یا دجّال کو خبریں پہنچانا یہ ایک ظاہر حقیقت ہے۔ کہ یہ کمپنیاں یورپ کے اثر جمانے کے لئے پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں۔ اور خبر رساں کمپنیوں کا خبریں پہنچانا تو صاف ظاہر ہے ؛

دابہ سے مراد

اس حدیث جسّاسہ میں "دابہ" کا لفظ بھی وارد ہے۔ جو زمین پر چلنے والی ہر جاندار چیز کو کہتے ہیں۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کمپنیاں یا جماعتیں تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہونگی۔ چنانچہ واقعہ ایسا ہی ہے واللہ اعلم)

جسّاسہ دجّال سے آگے

چونکہ احادیث میں جسّاسہ کا دجّال کے آگے آگے ہونا بیان ہوا ہے۔ لہٰذا وقوع بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔ کہ تمام ممالک میں یوروپین تسلط و قبضہ کے آگے آگے ان جماعتہائے متجسسہ کا وجود و ورود ہوا کرتا ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے۔ کہ وہاں یوروپین اثر دیر یا سویر نفوذ پائے گا ؛ (منقول۔ ایک غیر احمدی عالم کا لکھا ہوا)

تقسیم اجرت اشتہارات

ریویو آف ریلیجنز کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے۔ اور اس کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے فائل مجلد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اشتہار دینے والوں کے لئے بہترین موقع ہے ؛ ضمیمہ ۲ صفحے ۱۲ / سینکڑہ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اجرت حسب ذیل ہے :-

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۳ روپے
چھ ماہ	"	۲۳ روپے	"	۱۲ روپے
تین ماہ	"	۱۲ روپے	"	۷ روپے

فی اشاعت ایک صفحہ ۴½ روپے ؛ نصف ۲½ روپے ؛ فی سطر ۴ /

(مینیجر ریویو اردو۔ قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حمار المسیح الدجّال

حمار دجّال کے متعلق احادیث

اس بارہ میں جو احادیث وارد ہیں ان میں حمار دجّال کے لئے چند امور حسب ذیل ثابت ہیں :-

(۱) اس کا سپید یا خوشنما آراستہ پیراستہ ہونا۔

(۲) اس کے دونو کانوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس یا ستر گز یا چالیس باع ہونا

(۳) منتہائے نظر پر قدم رکھنا۔

(۴) دجّال کو مع لاؤ لشکر لئے پھرنا۔

(۵) تمام روئے زمین کی گشت چالیس دن میں۔

مجاز کی طرف رجوع

سب سے پہلے قابل توجہ یہ امر ہے کہ ایسی صفات والا گدھا طبیعۃً محال اور خلاف سُنّت اللہ ہے اصولاً ایسی صورتوں میں مجاز ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت متروک ہوتی ہے۔ مضمون "الشاہد والمشہود" میں ایمانی نقطۂ نظر والوں کے لئے (نہ کہ جالاتیوں کے لئے) تشفّی بخش مواد جمع کردیا گیا ہے۔ کہ حضور اقدس صلعم کو عالم مثال کے کشفی مشاہدہ میں آئندہ ہونیوالی باتوں کو دکھا دیا گیا تھا اور کہ وہ مثل منامات در دیا کے تعبیر طلب ہیں +

ریل اور گدھا علم بلاغت میں

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا گدھا مثالی صورت میں ریل وغیرہ دخانی سواریوں اور اس کی تعبیر ہو سکتا ہے؟ جب غور کیجئے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ریل وغیرہ گدھے کی بہترین تعبیر و مصداق نہ فقط عالم مثال کے علم التاویل کی رو سے ہو سکتی ہے۔ بلکہ بلاغت کے رُو سے بھی بلیغ ترین تمثیل و استعارہ ہو سکتی ہے۔ وجود تعبیر و تمثیل حسب ذیل ہیں :-

(۱) روانگی کے وقت ریل گدھے ہی کی طرح آواز دیتی ہے۔

(۲) اور اسی طرح بھس بھس بھی کرتی ہے۔ گدھا بوقت ہیجان مادہ کی طرف دوڑتا ہے تو پہلے ایک لمبی کریہہ آواز سے ہینچتا ہے اور پھر دونو نتھنوں سے بھس بھس کرتا ہوا دوڑتا ہے۔ اسی طرح ریل سیٹی کے بعد دونو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک قوم دوسری قوم کو ذلیل خیال کرتی ہے۔ امریکہ میں حبشیوں کا جو حال ہے اس کو دوبارہ قرطاس و قلم پر لانے کی ضرورت نہیں۔ وہ غلامی و عبودیت کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ اور زندگی کی تمام آزادی سے بے بہرہ ہیں۔ انکو سفید آدمیوں سے شادی کرنا تو درکنار ایک میز پر کھانے کے لئے نہیں بٹھلایا جاتا۔ اور شہریت کے نہایت ابتدائی حقوق سے مثلاً تعلیم نظام حکومت عدالت دُور رکھے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں ایک شودر کی حالت اس سے بھی بدتر ہے۔ احاطۂ مدراس میں وہ ایک ہی سڑک پر چلنے یا ایک ہی کوئیں سے پانی لینے یا کٹر ہندوؤں کے مندروں میں پوجا کرنے کے قطعاً مجاز نہیں ہیں۔ ان بدقسمت لوگوں کو رہائی دلانے اور ان کی حالت کو دوسروں کی نظروں میں بلند کرنے کے لئے اسلام جیسی ذلت شکن برکت نازل ہوئی۔ قرآن مجید کے رُوح افروز الفاظ سُنو! "اے لوگو! تم[۵۱] ایک ہی جان سے پیدا کیئے گئے ہو" پھر خُدا کے نزدیک اپنی نسل کا امتیاز اور اس کی بڑائی کچھ حقیقت نہیں رکھتی بلکہ اسکے حضور تو تقویٰ و طہارت کی قدر ہے" ایک اور جگہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ "اے لوگو![۵۲] ایک دوسرے کی عزت و آبرو قائم رکھو کہ شاید وہ کوئی بڑی خوبی تم سے بھی بڑھ کر رکھتا ہو" قرآن شریف کے یہ سنہری فقرات رنگ نسل اور ذات پات کو یکسر حل کر لیتے ہیں حضرت رسول پاک صلعم نے آیات
اپنے نفس کو اس کی مثال بنا لیا ہے۔ ہاں ذرا اپنے شیشۂ دل کے روبرو تصویر تو کھینچو کہ عرب کی سب سے ممتاز ہستی اپنے پیارے چچا کی دھوبھی زاد لاڈلی لڑکی کو اپنے لشکر کے ایک غلام سے منسلک کرنے کی تجویز سوچ رہا ہے۔ پھر ایک اور تصور کرو کہ وہی اپنے تمام جلیل القدر صحابہؓ کو چھوڑ کر ایک غلام بلال نامی کو اسلام کا مؤذن مقرر کرتا ہے۔ پھر مصر کی فتح کے لئے اولین قیادت ایک غلام زادے یعنی بلال کی اولاد کے سپرد کرتا ہے۔ عالمگیر اخوت کی یہ چند مثالیں ہیں جو اسلام نے جبکہ وہ اپنے عروج اور شان و شوکت پر تھا۔ دنیا کے سامنے پیش کی ہیں ؛

اس سے بڑھکر اسلام کی عملی صورت پر نظر ڈالیئے۔ مثلاً زکوٰۃ کو ہی لیجئے۔ دنیا کے نزدیک اس وقت دو بڑے مسئلے ہیں یعنی "سوشل ازم" اور "کمیونزم" سوشل ازم پر غور کرنیوالے

---

۵۱ یا ایّھا النّاس اتّقوا ربّکم الذی خلقکم من نفس واحدۃٍ -

۵۲ یا ایّھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرًا منھم -

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جانب کی بھاپ کی نلکیوں سے بھاپ چھوڑی جاتی ہے۔ جس کے بعد ریل دوڑنا شروع کر دیتی ہے ٭

(۳) انجن کا سامنے والا حصہ گدھے کی تھوتھنی اور مُنہ سے ایک خاص مماثلت رکھتا ہے ٭

(۴) گدھا سواری کے بھی کام آتا ہے۔ اور بار برداری کیلئے بھی۔ ریل میں بھی پسنجر اور مال گاڑیاں ہوتی ہیں ٭

(۵) گدھا پہاڑیوں اور میدانوں دونوں میں کام آتا ہے۔ ریل بھی سہل جبل دونوں میں کام آتی ہے ٭

(۶) گھوڑے اور اونٹ کی سواریوں کی تکان گدھے کی سواری میں نہیں ہوتی۔ ریل میں بھی یہ تکان نہیں ٭

(۷) گدھے کی سواری میں اس سرکشی کے خطرات سے امن ہوتا ہے جو گھوڑے وغیرہ میں ہوتے ہیں۔ ریل کا سوار بھی ان سے مامون ہے ٭

ریل بصورت مثال

غرضیکہ یہ اور ان کی طرح اور ایسے امور ہیں جو ایک کلام بلیغ میں دونو کی باہم تماثل و تشابہ کا موجب ہو سکتے ہیں اور ایک متکلم بلیغ ریل کو گدھے سے تعبیر کر سکتا ہے اسی واسطے عالم مثال و برزخ میں تیرہ سو سال پیشتر عالم غیب کے پس پردہ رہنے والی ریل کو بصورت مثالی ایسے گدھے کی شکل میں دکھایا گیا جس کے کانوں کے درمیان بیسوں گز کا فاصلہ ہو اور جو المسیح الدجال کو لیکر تمام روئے زمین پر چالیس دن میں مسافت طے کرنیوالا ہو خصوصاً مع لاؤ لشکر اور ساز و سامان کثیر کے۔ خشکی میں جو کام کثیر فوج کی بار برداری و نقل و حرکت و سرعت و سیر کا ریل کر رہی ہے۔ سمندر میں وخانی جہاز کر رہے ہیں اور اسی عینیتہ حدیث سرعت رفتار کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جو روئے زمین کی پوری گشت چالیس دن میں پوری کر دے ٭

حمار اقمر

اب رہا حمار الاقمر کا مطلب جو بعض روایتوں میں مذکور ہے۔ سو اسپشل ٹرین پر صادق آرہا ہے۔ جو سپید و براق و آراستہ و پیراستہ خوش منظر و خوش رنگ ہوتی ہیں۔ عربی زبان لفظ اقمر اسی مطلب کا ترجمان ہوتا ہے ٭

یضع حافرہ عند منتھی نظرہ۔ یعنی جہاں نظر پڑے وہیں قدم جمائے۔ اس کا مطلب بھی ریل سٹیشن ہی پر ٹھیرتی ہے درمیان میں کہیں نہیں ٹھیرا کرتی۔ صاف چٹیل میدانوں میں اکثر منتہائے نظر اسی قدر ہوتا ہے جتنا سٹیشنوں کے درمیان فاصلہ ہوا کرتا ہے۔ یا نظرہ کی ضمیر اگر دجال کی طرف لیجائیے تو مطلب اور صاف ہو جاتا ہے یعنی ریل وہیں ٹھیرتی ہے جہاں "صاحب" کی نظر پہلے پڑتی ہے یعنی جہاں سٹیشن بنانا "صاحب" کے زیر نظر ہوتا ہے اور سٹیشن جو بنتے ہیں اور جس فاصلے سے بنتے ہیں وہ "صاحب بہادر" کے نظر تامل و غور و فکر کے بعد ہی بنتے ہیں ٭

حمار دجال کے دو کانوں کے درمیان فاصلہ

عربی میں ستر یا چالیس کا عدد اکثر کثرت کا مظہر ہوا کرتا ہے۔ احادیث میں ایسے بیسیوں اطلاقات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو چیز بیسویں صدی کی خیرہ کن روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔ وہ رسولِ عربیؐ نے آج سے تیرہ سو برس پہلے بتا دی تھی۔ آخر زکوٰۃ کیا چیز ہے؟ مختصر طور پر یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جس کو زر و دولت کا کچھ حصہ ملا ہے وہ اس میں سے ایک حصہ اپنے کم استطاعت بھائیوں کی خستہ حالت کی بہبودگی اور آسائش کے لئے وقف کر دے۔ اور اس بات کی خوبی یہ ہے کہ یہ ایک مرضی پر منحصر بات نہیں بلکہ اس کو ہر ذی ثروت مسلمان پر فرض کیا گیا ہے مسلمان حکومت کو اختیار ہے کہ اس رقم کے حاصل کرنے میں وہ سختی بھی کام میں لا وے چنانچہ بعض خلفاء نے اس ٹیکس کی وصولی کے لئے واقعی تشدد کا برتاؤ کیا +

ہم نے چند وجوہات اس بارے میں کہ اسلام کیوں دن بدن ہر دلعزیز اور دلکش ثابت ہو رہا ہے اوپر بیان کی ہیں۔ اسلام ایک ایسا دوامی سرچشمۂ معرفت ہے جو ہر پیاسی رُوح کو سیراب کر سکتا ہے یا اس کو ایک حسین و مہ جبیں دوشیزہ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے کہ جو کوئی اس کے پاس کھڑا ہوتا ہے وہ عنانِ صبر و قرار کفِ اختیار سے دے بیٹھتا ہے۔ جس کے جمالِ قمر تمثال کو کبھی زوال نہیں۔ جس کے بہارِ حُسن پر کبھی خزاں نہیں۔ جب کبھی اس کے جوبن پر وقت کی تہیدستی سے کمی واقع ہوتی ہے تو اس کا پیارا آقا فوراً ایک قابل حکیم کو بھیجتا ہے جو اسکے پامال شدہ حُسن کو دوبارہ سرسبز کر دیتا ہے۔ اب ان الفاظ کو تمثیل سے پاک کر دو تو صاف لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمام مذاہبِ عالم میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زمانے کی تباہیوں سے محفوظ ہے۔ اسلام کا آقائے اعظم اس کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مصلح بھیجنے کا وعدہ کرتا ہے تاکہ وہ اس کی عصمت و عفت کو برقرار رکھتا رہے +

پس حضرت رسولِ پاکؐ کی وہ شہرہ آفاق اور عظیم الشان پیشگوئی اسلام کے آخری مظہر حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی کے جھنڈے تلے جمع ہونے سے پوری ہو رہی ہے، عرب کے پیغمبر اعظمؐ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں اسلام کا آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا پس ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ پیشگوئی پہلے ہی راہِ ایفاء پر گامزن ہے۔ مغرب کے لوگوں میں بیداری کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ وہ پہلے ہی اپنی غلطیوں کے معترف ہیں۔ اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ اسلام وہ نہیں جو وہ سمجھتے رہے ہیں۔ اس بیداری کے پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعریف میں آہستہ آہستہ مگر پے در پے ترقی ہو رہی ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا اور اس کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ ہے۔ کہ سر ٹامس آرنلڈ اور ڈینی سن راس ایسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معز ز حکماء نے اسلام کے متعلق بے حد بلیغ تعریفی الفاظ استعمال کیئے ہیں انکی تحریریں صاف طور پر واضح کرتی ہیں (گو انہوں نے اسکو دبی آواز میں کہا ہے) کہ یورپ کا آئندہ مذہب ضرور اسلام ہی ہوگا۔ اس کے علاوہ جارج برنارڈ شا جیسا بڑا سوشلسٹ فلاسفر یہ کہنے پر مجبور ہوا ہے کہ چند صدیوں کے اندر اندر یورپ عموماً اور انگلستان خصوصاً اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر دیگا۔ اُس شخص کا ایسا ریمارک جو یورپ کا سب سے بڑا ہمدرد اور خیر خواہ ہو کوئی کم حقیقت نہیں رکھتا۔ نیز قرآن پاک کو آسمان کے نیچے دوسری سب سے بڑی کتاب تسلیم کیا گیا ہے۔ بعض مشہور انگلش فلاسفروں کا ایسا خیال کرنا بہت بھاری وزن رکھتا ہے۔ آسمان پر لکھی ہوئی بات روشن اور واضح ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مغرب اب اسلام کی طرف سبکرفتاری سے بڑھ رہا ہے اور وہ وقت دُور نہیں جب اسلام کا روحانی جھنڈا انگلستان کی ہر در و دیوار پر لہراتا نظر آئیگا۔ اور "کفرستانِ فرنگ" "اسلام آباد" بن جائیگا۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس یومِ سعید کو دیکھنے تک زندہ رکھے۔ آمین ٭

(آزاد ترجمہ) جُنید ہاشمی بی۔ اے

قانونِ طلاق

(از مظفر الدین صاحب چوہدری)

"اے ایمان والو! نہیں جائز تمہیں کہ تم عورتوں کے جبراً وارث ہو جاؤ اور روکے رکھو انکو تاکہ لے جائے کچھ حصہ اس میں سے جو دیا تم نے اُن کو بجز اس حالت کے کہ ارتکاب کریں وہ کھُلی بے حیائی کا۔ اور صحبت رکھو اُن سے اچھی طرح۔ پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور رکھدے اللہ اس میں بہت برکت۔" (سورۃ النساء)

"تمام مباحات میں سے اللہ تعالیٰ کو طلاق ناپسند ہے۔" (حدیث)

"خدا اُن عورتوں اور مردوں کو پسند نہیں کرتا جو نت نئی شادیاں کرتے رہتے ہیں۔" (حدیث)

جس عورت کو خاوند ناپسند کرے قرآن کریم اس سے درگذر کرنے کا ارشاد کرتا ہے۔ اس مقدس تعلیم پر عمل کرنے کے لئے شوہر کو فراخدلی اور اخلاص کی ضرورت ہے ایک اَن تھک صبر۔ عفو اور اس سے بڑھکر خدا کے خوف کی ضرورت ہے کہ اسلام اصولاً طلاق کی اجازت نہیں دیتا ٭

درحقیقت طلاق ایک بدی ہے اور جن کے دل میں شادی کی ذرا بھی توقیر ہے۔ اور جو اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رشتۂ محبّت کی برکات حاصل کرنے کے دلدادہ ہیں ان کو اسے ایسا ہی خیال کرنا چاہیئے۔ کوئی شخص بھی طلاق کے نقصانات سے ناواقف نہیں ہو سکتا۔ رشتہ داریاں ٹوٹ جاتی ہیں اور بوجہ ماں باپ کی علیحدگی کے معصوم بچّے نقصان اُٹھاتے ہیں۔ اسلام اس کی تب ہی اجازت دیتا ہے جب دونو کے لئے آرام اور سکون کی زندگی دشوار معلوم ہو۔ اور اس طرح چھوٹی بدی کو اختیار کر کے بڑی بدی سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اور کوئی وجہ بھی نہیں ہے کہ دو ناخوشگوار رفقاء کو ایسی حالت میں جکڑ رکھا جائے جب کہ وہ کوئی اچھے ساتھی تلاش کر کے نئے گھرانوں میں پُر سکون زندگی بسر کر سکتے ہوں کیونکہ اسلام میں عورت بھی مرد کی طرح طلاق کے بعد شادی کرنے کا حق رکھتی ہے۔ دونو کو ایسی حالت میں کہ ان میں محبّت کا فقدان ہو مجبور کرنا کہ وہ اکٹھے رہیں خود طلاق سے بھی کہیں زیادہ ظلم اور سختی ہے۔ اسی واسطے قرآنی شریعت فریقین کو بعض ایسے حالات میں جو ناقابلِ علاج ہوں الگ ہو جانے کی اجازت دیتی ہے اور اُن کا یہ حق تسلیم کرتی ہے"

لیکن طلاق کا یہ کام قرآنی تعلیمات کے ماتحت یکطرفہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کوئی مسلمان اسکو "ذراسی نفرت پر" معرضِ عمل میں لا سکتا ہے۔ جس طرح کہ معترض سیل کہتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ یہود اور مسلمانوں کی شریعت کی رُو سے ایک مرد اپنی عورت کو "ذراسی نفرت پر" بھی طلاق دے سکتا ہے پھر بھی عورتوں کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ مردوں سے خود بخود طلاق لے لیں سوائے اس کے کہ وہ ناجائز طور پر استعمال کی جائے یا اسکو اچھی طرح پر نہ رکھا جائے یا مرد نکاح کو احسن طور پر نہ نباہیں۔ یا وہ نامرد ہوں یا اسی طرح کی کوئی اور بات ہو"

قرآنی آیات کی موجودگی میں اور اس کے ساتھ حضرت رسول اکرم صلعم کے فرمان کے ہوتے ہوئے تعجب ہے کہ مسٹر سیل نے یہ کہنے کی جرأت کس طرح کی کہ محمّدی شریعت "ذراسی نفرت پر" بھی طلاق دینے کی اجازت دیتی ہے۔ یقیناً اسلامی تعلیم کی بے خبری ہی ایسے بے بنیاد الزام کی محرک ہے"

یاد رہے کہ طلاق کا کام تین ماہ سے کچھ زیادہ عرصہ میں ہی انجام پذیر ہوتا ہے۔ اور شوہر کو ہر مہینے اپنی بیوی کو "طلاق" کہنے کا حکم ہے۔ ایسی حالت میں کہ عورت حاملہ نہ ہو اور (وہ حیض سے) پاک وصاف ہو ؛

پوری پوری طلاق انجام پانے کے لئے شوہر پر واجب ہے کہ وہ عورت کو علیحدہ کرنے کے بعد تین ماہ تک اس سے مباشرت کرنے سے پرہیز کرے اور اس کا مدعا یہ ہے کہ طلاق جوش میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ دی جائے اور نہ ہی "ذرا سی نفرت پر"

جب طلاق دی جائے تو لازم ہے کہ وہ جائز طور پر ہو اور سنجیدگی سے دی جائے۔ کوئی چپقلش۔ ریا، حسد یا دشمنی۔ اس کی محرک نہیں ہونی چاہیئے۔

تیسری اور آخری دفعہ اعلان کرنے کے بعد وہ ناممکن المنسوخ طور پر جُدا ہو جاتے ہیں۔ یہ طلاق کی کثرت کو روکنے کے لئے ہے جو قدیم روم میں حضرت رسول مقبول کی بعثت سے قبل رائج تھی۔ اُن دنوں شوہر پر یہ لازم نہیں تھا کہ وہ کوئی وجہ بیان کرے۔ اُس کی مرضی ہی قانون تھا۔ بعض دفعہ شوہر طلاق کو منسوخ بھی کر دیتا اور اس کو اپنے نکاح میں لے لیتا لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ پھر اسکو طلاق دیدیتا۔ بعض دفعہ طلاق تو دیدی جاتی تھی لیکن عورت اس بات کا حق نہیں رکھتی تھی کہ وہ شادی کرے۔ ایسے حالات میں عورتیں معلق ہوتی تھیں۔ کیا اُن کی تباہی کے لئے اس سے بھی بری کوئی حد ہو سکتی تھی؟

رحیم کریم خدا نے عین وقت پر اپنا برگزیدہ نبی مبعوث کیا اور اسکے ہاتھوں ہی مذہب اسلام کو مکمل کیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اسکے ماننے والے روحانی اور جسمانی طور پر ترقی کرنے لگے۔ اور آخر تہذیب اور تمدن کی آخری حد تک پہنچ گئے۔ حتیٰ کہ آجکل کا ترقی یافتہ زمانہ بھی ویسی تہذیب پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تاہم دنیا کے ہوش و حواس درست ہو رہے ہیں اور اسے تعلیمات اسلامی کی خوبیاں تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

(ترجمہ عبدالرحیم صاحب شبلی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوّت

(از عبداللہ آر سکاٹ صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوّت کے متعلق بہت سے اعتراض کیے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان اعتراضات کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حضرت رسولِ عربی صلعم کو "خاتم النبیین" کا خطاب ملا۔ لیکن ایسے اعتراض بالکل لغو اور بیہودہ ہیں۔

خاتم النبیین کے ہرگز یہ معنی نہیں۔ کہ نبوّت پر مُہر لگ گئی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت نبی کریمؐ چونکہ ایک مکمل شریعت کے حامل تھے۔ اسو اسطے ایک دوسرے شرعی نبی کے آنیکی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضرت نبی کریمؐ کی تعلیم پر مضبوطی سے قائم رہ کر ایک شخص روحانی مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ پس حضرت رسول کریمؐ کے متبعین میں سے انبیاءؑ کا ظہور آپؐ کی شان کو کم نہیں کرتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ دوبالا کرتا ہے۔ اور یہ حضرت نبی کریم صلعم کے خاتم الانبیاء ہونیکے ہرگز منافی نہیں ہو سکتا ؂

اسرائیلیوں میں سے بہت سے توریت کی شریعت پر سختی سے عمل کیا اور اپنے رسولوں کی پیروی کی۔ چنانچہ خدا نے اپنے فضل سے اُن کو نبی کے درجہ تک پہنچا دیا ؂

ہمیں توریت میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم حضرت موسیٰؑ کی طرح ہونگے۔ یہ مشابہت ایک تو اس طرح پر ہوئی کہ نبی اکرم صلعم بھی شریعت کے حامل تھے اور جو شریعت آپ لائے وہ ہر طرح سے مکمّل اور افضل تھی۔ اور ہر زمانہ اور ہر قوم پر اس کا اعلان ہو سکتا تھا لیکن صرف یہی کافی نہیں۔ یہ پوری مشابہت نہیں کہلا سکتی ؂

اس کے متبعین کا کیا حال ہوگا؟ کیا اُن پر بھی اسرائیلیوں کی طرح برکات نازل ہونگی؟

قرآن کریم کہتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم سب سے بہتر نبی ہیں۔ اور آپؐ کی اُمّت سب سے افضل۔ اگر مسلمانوں میں سے نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو اپنے آپؐ کو وہ خیر الامۃ کس طرح ثابت کر سکتے ہیں؟ اور اپنے رسول صلعم کو بہترین کس طرح پیش کر سکتے ہیں؟

اگر خود مسلمان ہی اس حقیقت کا انکار کر دیں کہ اُن میں سے نبی آسکتے ہیں تو وہ گویا اسلام کی گردن میں رسہ ڈال کر خود ہی اس کی پھانسی کا موجب ہوتے ہیں ؂

اگرچہ مَیں نے سنہ ۱۹۲۰ء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن بعض غیر احمدیوں کی احمقانہ اور قابلِ تمسخر خرافات کو دیکھ کر میرے دل میں مختلف خیالات پیدا ہوتے رہتے تھے۔ اور اس کی وجہ سے میرا ایمان کمزور ہوتا گیا اور پھر مَیں بالکل ناامید ہو گیا کہ مجھے کوئی ایسا مذہب مل سکیگا جو مجھ میں خدا کی محبت اور اس کی عبادت کی تڑپ پیدا کر دیگا۔ حتیٰ کہ مجھے احمدیت کا پتہ ملا اور یہی وہ وقت تھا جبکہ مجھ میں اسلام کی حقانیت کا سکّہ بیٹھا ؂

بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ یسوع مسیح جو ایک اسرائیلی نبی تھے آسمان سے اُن کے لئے اُترینگے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن اور بائیبل نے قطعی طور پر فیصلہ دیدیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ (قرآن ۵/۷۹ و ۳/۱۴۳ و ۶/۲۳ و ۲۱/۸ و ۱۶/۲۰-۲۲ و ۵/۱۱۶-۱۱۷) بائیبل متی باب ۱۲/۱۴ و لوقا ۲/۲۹-۳۰)

اور یہ بھی خدا کا اٹل قانون ہے کہ مُردے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے۔ بفرض محال اگر حضرت عیسیٰؑ اپنے خاکی جسم میں یہاں تشریف لے بھی آئیں تو وہ اپنی نبوّت کو تو بہرحال رکھیں گے۔ اور اِس صورت میں وہ لوگ جو اسلام میں نبوّت کے قائل نہیں ہیں۔ اس بات کو تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موجود ہیں۔ چونکہ کان حاسہ سماعت ہوتا ہے۔ لہٰذا ریل کے دو کان کی تعبیر انجن اور گارڈ کی نشست گاہ ہو سکتی ہے۔ جو گویا ریل کے لئے بمنزلہ حاسہ سمع اخبار ہیں۔ چنانچہ ان دونو کے درمیان ایک زنجیر الارم ہوتی ہے۔ جسے کھینچنے سے گارڈ کو اطلاع ہوتی ہے اور ریل ٹھیر جاتی ہے۔ جیسے کہ گدھے کو آواز دیکر ٹھیرایا جاتا ہے یا چلایا جاتا ہے۔ یہ احساس گدھے میں اگر عضوی کانوں سے ہے تو ریل کا احساس گویا ان کانوں سے ہے۔ ان دو کانوں کے درمیان فاصلہ کو ستر یا چالیس گز سے جو تعبیر کیا گیا ہے تو کوئی خاص عددی لحاظ سے نہیں بلکہ اکثرت فاصلہ اور مختلف قسم کی گاڑیوں کے طول کی کمی بیشی کو بتانے کے لئے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی میں ڈبے زیادہ ہوتے ہیں کسی میں کم ؎

یہ ایک ظاہر بات ہے کہ متکلم فصیح و بلیغ جب ریل کو کسی ایسی چیز سے تعبیر کرنا چاہے جو اس کی مثالی صورت اور مماثل فی الصفات ہو تو اسے حمار ہی سے تعبیر کرنا پڑیگی۔ یہی وجہ ہے کہ عالم مثال و برزخ میں جو آئندہ ہونے والے امور غیبیہ اور اعدام ثابتہ کو مثالی صورتوں میں ہویدا کیا کرتا ہے" حضور شاہد اقدس کو ریل وغیرہ" جو مسیح دجال کے خاص لوازمات ذاتی سے ہے ایک گدھے کی شکل میں دکھائی گئی۔ اللہ اعلم ؎

ماہ فروری کا رسالہ وی۔پی ہوگا

ماہ دسمبر کے رسالے میں بقایاداروں کے نام شائع ہو چکے ہیں۔ اور جلسہ سالانہ بھی گذر چکا ہے۔ اب ان بقایاداروں کے نام۔ نیز اُن تمام خوش معاملہ خریداران ریویو اردو کے نام جو سنہ ۱۹۳۱ء کا چندہ دے چکے ہیں مگر سنہ ۱۹۳۲ء کا جمع نہیں کرایا۔ سنہ ۱۹۳۲ء کا چندہ وصول کرنیکے لئے وی پی کیئے جائینگے۔ مجھے اُمید ہے۔ کہ یہ وی پی وصول کر لئے جائینگے اور ہمیں دَوران سال میں بار بار وی پی کر کر کے قریباً ایک روپیہ نقصان نہیں اُٹھانا پڑے گا ؎ (مینجر ریویو)

ریویو آف ریلیجنز اردو ۔ قادیان دارالامان ۔ ۵ ۔ جنوری ۱۹۳۲ء ۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بانی

ڈاکٹر ۔ ایس ۔ کے ۔ برمن

ڈاکٹر ۔ ایس ۔ کے ۔ برمن
لمیٹڈ

کلکتہ

منظور شدہ سرکار
ٹریڈ مارک SKB رجسٹرڈ
سنہ ۱۹۸۴ء

پچاس سالوں سے ہندوستانی پیٹنٹ دواؤں کے بے مثل موجد

بچوں کا پیارا!

لال شربت (لال شربت) (REGD)

بچے ۔ لڑکے اور پرسوتی کے لئے مثل آبحیات اکسیر ہے ۔ میٹھا اور خوش ذائقہ ہونیکی وجہ سے بچے بڑے شوق سے پیتے ہیں ۔ اس سے ان کی ہڈی مضبوط جسم قوی اور خون گاڑھا ہو کر ۔ کف ۔ کھانسی بدہضمی و لاغری رفع ہوتی ہے ۔ پرسوتی کا کمزوری اور ان میں دودھ کی کمی کو رفع کرنیکی اس میں بے مثل طاقت ہے ۔
قیمت فی شیشی تیرہ آنہ ۱۳؍ ڈاک محصول دس آنہ ۱۰؍ نمونہ کی شیشی دو آنہ ۲؍ جو ہر طرف ایجنٹوں سے مل سکتی ہے ؛

ڈب دمہ (REGD)

(دمہ کی دوا)

لاکھوں مریضوں پر آزمودہ یہ دوا ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں مشہور ہے ۔ دمہ خواہ کتنے ہی روز کا اٹھا ہو دے ایک خواہ دو خوراک پیتے ہی دب جاتا ہے ۔ دمہ کے جو مریض اور دوائیں کھا کر نا امید ہو چکے ہوں اُن کو اس دوا کی بھی آزمائش کرنی چاہیئے ۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چھ آنہ ۱؍۶ ڈاک محصول سات آنہ ۷؍

نوٹ { ہماری دوائیں سب جگہ دواخانوں میں فروخت ہوتی ہیں ۔ ڈاک خرچ بہت زیادہ ہو گیا ہے ۔ اسلئے اس کی کفایت کے لحاظ سے اپنے مقامی ہمارے ایجنٹ سے خریدیں ؛

صیغہ نمبر (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ :- قادیان (گوجرانوالہ) میں ایجنٹ کی ضرورت ہے ؛

بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا ؛